

اِنَّا نَحْمَدُكَ يَا عَلِيٍّ وَنُحِبُّكَ

معارضین اور

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ



تالیف

حضرت عکادہ  
شیخ عبد العزیز بن ہارمی قدس سرہ



ترجمہ

علامہ محمد اعظم سعیدی



ناشر مدرسہ دعوت القرآن

پیشکش ہندول پبلیکیشنز علی گڑھ ۲۰۱۲ء



أَنَا هَبِيرٌ عَنْ طَعْنِ أَمِيرٍ مَعَاوِيَةٍ

مُعْتَرِضِينَ

# شتر امیر معاویہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تالیف

حضرت علامہ شیخ عبدالعزیز پھاروی قدس سرہ

ترجمہ

علامہ محمد اعظم ساعیدی

سلامی کتب خانہ

پیشکش در فید

مکاتیب دعویٰ القرآن

حشمت منزل موسیٰ الین گلی نمبر ۳۴ کراچی

## جملہ حقوق محفوظ بحق ناشر

کتاب :- الناہیۃ عن طعن امیر معاویہ (مترجمین امیر معاویہ)

مصنف :- شیخ عبدالعزیز بن ہاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مترجم :- علامہ محمد اعظم سعیدی

ناشر :- محمد ہارون کاسمانی القادری، مہتمم مدرسہ دعوت القرآن کراچی

سنہ :- دسمبر ۱۹۸۴ء (مشہور آفٹ پریس کراچی)

قیمت :-

## ملنے کا پتہ

- ۱۔ مکتبہ رضویہ۔ آرام باغ کراچی
- ۲۔ مدینہ پبلشنگ بندر روڈ کراچی
- ۳۔ عباسی کتب خانہ۔ جو نامارکیٹ کراچی۔
- ۴۔ دارالکتب حنفیہ۔ کھارادر کراچی۔

# عرض ناشر

یہ کتاب علامۃ الوری شیخ عبدالعزیز پر ماری قدس سرہ العزیز کی عربی تصنیف  
الناہیہ عن طعن امیر معاویہ کا اردو ترجمہ ہے کتاب میں مصنف علیہ الرحمۃ نے صحابہ اکرام  
رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجمالی فضائل اور کچھ صحابہ اکرام کے علیحدہ علیحدہ مناقب  
قلم بند کئے ہیں اور خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل، ان پر  
اعتراضات کرنے والوں کے اعتراضات اور اس کے مدلل جوابات احادیث کی روشنی  
میں دیئے ہیں اس مفید کتاب کا ترجمہ حضرت علامہ محمد اعظم سعیدی صاحب نے کیا  
جو نہایت سلیس، بامحاورہ اور موثر ہے مدرسہ دعوت القرآن ان کا بے حد مشکور و ممنون  
ہے اور انہیں ایسی ضروری تصنیف کا ترجمہ کرنے پر مبارکباد دیتا ہے۔

امید ہے کہ قارئین اکرام اس کتاب سے ضرور استفادہ حاصل کریں  
گے کیونکہ یہ کتاب دشمنان صحابہ اور معتزلیین امیر معاویہ کے لئے منہ توڑ جواب ہے۔  
نیز اس کی طباعت میں کسی قسم کی غلطی رہ گئی ہے اس سے مدرسہ معذرت خواہ ہے۔  
اللہ تعالیٰ مدرسہ کو ترقی عطا کرے اور اس کی خدمات کو قبول کرے۔ (آمین)

المفقیر غلام مصباح الدین

محمد ہارون کاسمانی قادری غفرلہ

مہتمم

مدرسہ دعوت القرآن کراچی

# ابتدائیہ

از شحات قلم :- علامہ محمد اعظم ستیدی

حالات مصنف علامہ الوری مجید کبیر شیخ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ  
 ۱۲۰۹ھ میں ضلع مظفر گڑھ تحصیل کوٹ ادو کی ایک بستی پرہار میں تولد  
 ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حضرت حافظ احمد ابن حافظ حامد علیہما  
 الرحمۃ تھا۔ آپ قریشی النصب تھے۔ چھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا  
 اور اسی دن ہی آپ کے والد ماجد حضرت حافظ احمد کا انتقال ہو گیا۔  
 کچھ عرصہ بعد آپ حضرت حافظ جمال اللہ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت  
 اقدس میں حاضر ہوئے اور زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حافظ جمال اللہ ملتانی  
 نے اس معصوم و کمسن بچے کی پیشانی سے ہمایان کی عظمت کو بھانپ لیا اور پھر  
 ساری توجہ انہیں پرہیزگار کر دی۔ سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھا۔ جس کا  
 اثر یہ ہوا کہ علوم متداولہ کے ساتھ ساتھ شیخ کے قریب نے علوم باطنی میں بھی  
 بیکتاے روزگار کر دیا۔

ایک شب آپ دوران تسلیم اپنے کمرے میں دروازہ بند کر کے  
 مصروف مطالعہ تھے۔ کہ کسی نے آکر دستک دی۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا پھر  
 دستک ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت مصروف مطالعہ ہوں، صبح آکر بات  
 کر لینا دستک دینے والے نے کہا کہ دروازہ کھولو میں خضر علیہ السلام ہوں  
 آپ نے فرمایا کہ اگر تم خضر ہو تو دروازہ کھولے بغیر بھی آسکتے ہو۔ چنانچہ حضرت  
 خضر علیہ السلام اندر آئے اور فرمایا کہ علوم درسی تو تم حاصل کر رہے ہو مگر



علوم لدنی میں سے اپنا حصہ مجھ سے لے لو تا کہ مجھ سے بار امانت کچھ ہلکا ہو جاتے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت خضر نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور دوسری روایت ہے کہ انہیں سینے سے لگایا۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ تمام علوم میرے سینے میں جمع ہو گئے۔

آپ نے جملہ علوم بارہ سال کی عمر میں حاصل کر لئے تھے اور اسی عمر میں ہی مسند تدریس پر بیٹھ گئے تھے۔ مولانا غلام جہانیاں ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ مولانا امام بخش علیہ الرحمۃ کو شیخ پرہاروی سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا تو وہ اپنے چند احباب کے ہمراہ بستی پر بارہ پہنچے، ان کے تصور میں تھا کہ یہ شاید کوئی عمر رسیدہ بزرگ فاضل ہوں گے مگر وہاں جا کر دیکھا تو حیران رہ گئے کہ ایک چودہ پندرہ برس کا بچہ جس کے چہرے پر مونچھوں کی سیاہی بھی نہیں آئی تھی مسند تدریس پر فروکش ہے اور بارش طلبا سامنے بیٹھے ہیں۔ سلسلہ قیل و قال جاری تھا کہ دو چڑیاں آپس میں لڑتی ہوئی پاس آگئیں تو آپ نے فوراً اپنا رومال اُن پر ڈال دیا اور اُن کو پکڑنے لگ گئے۔ مولانا امام بخش صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں جتنا پرہاروی صاحب کے علم سے متاثر ہوا اتنا ہی ان کے بچپن نے مجھے حیران کر دیا۔

غرض کہ آپ کے علم کا شہرہ جلد ہی اطراف و اکناف عالم میں پھیل گیا، اور دور دور سے تلامذہ حاضر ہونے لگے۔ آپ کے علم کا شہرہ سن کر علم کی وراثت کے دعویداروں کے کانخ میں زلزلہ آگیا اور مختلف مقامات سے

مناظرے کی دعوتیں آنی شروع ہو گئیں مگر آپ یہ کہہ کر گریز فرماتے کہ  
 بزرگوں سے الجھنا میں مناسب نہیں سمجھتا۔ بالآخر علمائے دہلی کا ایک وفد  
 حضرت شیخ احمد علیہ الرحمۃ کے پاس ڈیرہ غازی خان پہنچا اور وہیں باہمی مشاورت  
 سے چند سوالات مرتب کئے تاکہ علامۃ الوریٰ پر ہاروی صاحب سے  
 ان کے جوابات طلب کئے جائیں۔ ساٹھ علما کے مرتب کردہ سوالنامے کو  
 لے کر ایک پانچ رکنی وفد بستی پر ہار آپ کے پاس پہنچا۔ آپ مسند تدریس  
 پر فروکش تھے۔ بڑی بڑی عمر کے بارش تلامذہ سامنے بیٹھے تھے جبکہ آپ  
 کے چہرے پر ابھی وارھی شریف کی آمد آمد تھی۔

علمائے سوالنامہ پیش کیا تو ایک نظر دیکھنے کے بعد فرمایا کہ آپ حضرات  
 بزرگ ہیں۔ پہلے ان سوالات میں فلاں فلاں خامی دور کر لیں پھر جواب عرض  
 کروں گا۔ علمائے جب اپنے سوالنامے پر غور کیا تو جہاں انہیں بڑی سبکی سے  
 دوچار ہونا پڑا وہاں آپ کی علمی برتری کو بھی تسلیم کرنا پڑا اور یہ کہہ کر معذرت خواہ  
 ہوئے کہ جو کچھ ہم نے آپ کے بارے میں تصور کیا تھا آپ اس کے برعکس ہیں  
 اور واقعی علمی میدان میں آپ کو تفوق و تقدم حاصل ہے۔ ہماری معذرت  
 کو قبول فرمائیں۔

شیخ پر ہاروی کو دو سو تہتر علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی چنانچہ آپ  
 فرماتے ہیں کہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 واختارنا بذلك من بين المعاصرين، فعلمنا من علوم  
 القرآن والاصول ثمانين ومن علوم الحديث والفقه تسعين  
 ومن علوم الادب عشرين ومن الحكمة الطبيعية اربعين، ومن



الریاضی ثلاثین، ومن الالهی عشرة ومن الحکمة العسلیة  
ثلاثة۔

بلکہ میں اس ذات کی حمد کرتا ہوں جس نے ہمیں علوم اولین و آخرین  
الہام فرمائے اور معاصرین میں مجھے ممتاز و مختار فرمایا پس میں نے قرآن و  
اصول قرآن کے انشی علوم سیکھے ہیں۔ حدیث و فقہ کے نوئے علم و ادب میں  
بنیس، حکمت طبعیہ میں چالیس، ریاضی میں تیس، الہیات میں دس اور حکمت  
عملیہ میں تین علوم سیکھے ہیں۔ یعنی مجموعی طور پر دوسو تتر علوم پر آپ حاوی تھے۔  
علاوہ ازیں درج ذیل علوم پر بھی حضرت پرہاروی علیہ الرحمۃ کو اکل  
ترین عبور تھا۔

(۱) علم اسطر نو میا (۲) علم عقائد (۳) علم المیراث (۴) علم الاقتصاد  
(۵) علم سیاسیات (۶) علم الالہیات (۷) علم التذکیر و التانیث،  
(۸) علم طبقات الارض (۹) علم الآثار (۱۰) علم التفسیر (۱۱) علم حروف تہجی،  
(۱۲) علم فلسفہ (۱۳) علم ریاضی (۱۴) علم الاخلاق (۱۵) علم الہییت جدیدہ  
(۱۶) علم لغت (۱۷) علم رستینی (۱۸) علم التصوف (۱۹) علم معانی (۲۰) علم التجوید  
(۲۱) علم الصرف (۲۲) علم النحو (۲۳) علم جدل (۲۴) علم الاصول الفقہ (۲۵) علم  
الانساب (۲۶) علم الاصول الحدیث (۲۷) علم الاعداد (۲۸) علم التکسیر (۲۹)  
علم ارشماطینی (۳۰) علم مثلث کردی (۳۱) علم الزیجات (۳۲) علم الارضیات  
(۳۳) علم فلکیات (۳۴) علم العروض والقوافی (۳۵) علم تاریخ (۳۶) علم سیر  
(۳۷) علم تعبیر (۳۸) علم السماء العالم (۳۹) علم سمع اکیان (۴۰) علم منطق (۴۱)  
علم کلام (۴۲) علم نجوم (۴۳) علم الستین (۴۴) علم حساب (۴۵) علم جدل ثقلیہ  
(۴۶) علم التسطیح (۴۷) علم المجسطی (۴۸) علم الاکمر (۴۹) علم ہندسہ (۵۰) علم



ہیئت (۵۱) علم میقات (۵۲) علم رمل (۵۳) علم جعفر (۵۴) علم طب (۵۵)  
 علم زریح (۵۶) علم الاوقات (۵۷) علم فرسٹون (۵۸) علم مرایا (۵۹) علم مناظرہ  
 (۶۰) علم القرآن (۶۱) علم اصول القرآن (۶۲) علم رموز قرآن (۶۳) علم الحدیث  
 (۶۴) علم فقہ (۶۵) علم اصول اجتہاد (۶۶) علم ادب (۶۷) علم اصول حکمت  
 (۶۸) علم الاحکام والفرایض (۶۹) علم فقہ الحدیث (۷۰) علم اثرات قرآن وغیرہم  
 مجدد کبیر شیخ پیر ہاروی ایک ہمہ گیر شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کے  
 قلم میں فقہاء کی شدت تھی اور محققین کی طرح تحقیق کی جستجو تھی۔ ذہن مجتہد  
 تھا۔ سوچ مفکرانہ تھی۔ آپ کے علمی تفوق اور اولاد قاہرہ کے شہ پارے  
 ہمیں آپ کی تصنیف "انیق، نیراس اور کبریت احمر" میں جا بجا نظر آتے ہیں۔  
 جہاں حکمائے فلاسفہ و متکلمین بھی بورتے نظر آتے ہیں۔

علامۃ الوری شیخ پیر ہاروی کا اشہب قلم نہایت ہی سبک رفتار تھا۔  
 آپ نے یوسف زلیخا جیسی ضخیم کتاب صرف دو جز کم ایک ہی دن میں لکھ ڈالی  
 تھی۔ اسی طرح محقق زماں مولانا فضل حق ڈیرہ غازی خان علیہ الرحمۃ کے  
 فرزند ارجمند رئیس المتکلمین مولانا محمد صدیق صاحب ڈیرہ علیہ الرحمۃ فرماتے  
 ہیں کہ حضرت پیر ہاروی صاحب ایک دفعہ علم نحو میں اپنی کتاب "اللاوسط" تحریر  
 فرما رہے تھے کہ کسی حاجت کے پیش نظر گھر تشریف لے گئے۔ جب کچھ دیر بعد  
 واپس ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جہاں کتاب چھوڑی تھی چند اوراق اس  
 سے آگے لکھے رکھے ہیں۔ آپ حیران تھے کہ یہ کس نے تحریر کئے ہیں؟ اتنے میں  
 حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ جتنی دیر آپ دوسرے امور  
 میں منہمک رہے اور لکھائی میں حرج رہا۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے میں  
 نے اتنی ہی اوراق آگے لکھ دیئے ہیں کہ اس وقت میں جتنے آپ لکھ سکتے تھے۔



اسی الاوسط کتاب کے بارے میں مولانا محمد صدیق صاحب فرماتے تھے کہ جو شخص مکمل طور پر اس کتاب کو پڑھ لے تو اسے علم نحو کی کسی اور کتاب کو پڑھنے کی حاجت نہیں رہتی۔

✓ آج بھی یہ بات نہ صرف زبان زدِ علمائے بلکہ علمی طور پر بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ شیخ پرہاروی کی علم عقائد میں شرح عقائد نسفی کی شرح ”نیراس“ اگر کسی کو یاد نہ رہتی ہو تو وہ جا کر حضرت کے مزار پر الوار پر مسلسل گیارہ روز تک رہے اور رات کو اس کتاب کا مطالعہ کرے تو نیراس نہ صرف اس کو ازبر ہو جاتی ہے بلکہ پھر اسے کسی استاد سے سبق پڑھنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔

علامہ پرہاروی نے علم اسطر نو میا میں ایک کتاب تحریر فرمائی جس کا نام ”اسطر نو میا صغیر“ تھا۔ اس کتاب کے بارے میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

ولقد احدثنا فاضل ثقة قد مر من الدهلي بان  
للاف نجسين لهم شغف عظيم بتعلم علم اسطر نو میا فلا  
يجدون من يعرفه في اقاصى جمالكهم بعد النداء في  
امصارها ولتبع الیالغ في اقطارها فحمدنا الله تعالى  
سبحانه على ما قد افنا في هذا العلم كتابا جليل القدر  
تتميز فيه ابو خوس وید عن لبراهينه بطليموس

یعنی در ملی سے آنے والے ایک ثقہ عالم فاضل نے مجھے بتایا کہ انگریز علم اسطر نو میا  
سیکھنے میں بہت شغف رکھتے تھے۔ تلاش بسیار کے باوجود دنیا کے کسی کونے میں



انہیں ایسا آدمی نہ مل سکا جو اس علم کو جانتا ہو مگر محمد اللہ میں نے اس علم میں ایک جلیل القدر کتاب تالیف کی ہے کہ جس کو دیکھ کر امیر خس حیران اور بطیموس انگشت بدندان رہ جاتا۔

اسی طرح آپ نے علم ریاضی کو محیط "کبریت احمر" نامی ایک کتاب لکھی تھی اس کے متعلق اپنی دوسری کتاب "کوثر النبی" جلد اول کے صفحہ ۱۰۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔  
ولم يفعل هذا احد من عهد آدم عليه السلام  
الحیومناہ

یعنی عہد آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی شخص نے علوم ریاضی کو جامع و محیط ایسی کتاب نہیں لکھی جیسی کہ میں نے کبریت احمر لکھی ہے۔  
پرباروی صاحب کے علمی تفوق سے متعلق ایک خط کا اقتباس تحریر کرتا ہوں جو کہ ۲۲ فروری ۱۳۵۷ء کو راقم کے نامادبیر الملک لائبریری کے ڈائریکٹر اور بہاولپور میونسپلٹی کے سابق چیرمین الحاج سیٹھ محمد عبد الرحمان صاحب علیگ نے لکھا تھا۔ حضرت پرباروی دادی بخند کے ایسے نامور فاضل بزرگ ہیں کہ ان کی جملہ تصانیف کو زیور طباعت سے آراستہ ہونا چاہیے تھا، شاید آپ کے علم میں ہو کہ ایک وقت مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی حضرت کی کتب کے مطالعہ کی خواہش ظاہر کی تھی۔ غالباً آپ کی کوئی عربی، فارسی کتب مطبوعہ یا مخطوطہ ان کی نظر سے گزری ہوں گی اور آزاد صاحب آپ کی جملہ تصانیف دیکھنے کے آرزو مند ہوئے ہوں۔ اس سلسلے میں جو سب سے بڑا حادثہ ہو گا شاید آپ اس سے بے خبر ہیں کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی زندگی میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ تمام اثاثہ کتب خانہ سلطانی میں تھا اور مصدقہ تھا لیکن وہ توقصہ ہی تمام سمجھیے، کیونکہ اس داستانِ غم کو بیان کرنے میں ہی ذہنی کوفت اور قلبی تکلیف ہوتی ہے



علامہ پیر ہادی نے نوے علوم میں ایک سو تین کتب تصنیف و تالیف فرمائی تھیں جن میں سے چند کتب درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ لوح محفوظ تفسیر قرآن عربی میں ۱۵۔ عقائد الکلام شرح عقائد کے بعض مسائل پر بحث
- ۲۔ المصصام اصول تفسیر ۱۶۔ مرام الکلام فی عقائد الاسلام مذہب
- ۳۔ کوثر النبی اصول حدیث ۱۷۔ کلام الامام ۱۵ منطوبات عربی فارسی
- ۴۔ الزمرد الاخضر طب میں ۱۸۔ کنز العلوم اقسام علوم کی تعریف
- ۵۔ مشک افروز طب میں ۱۹۔ تحفہ النجوم اخراج تاریخ
- ۶۔ یا قوت احمر طب میں ۲۰۔ تسہیل السعود دنیا کے طول و عرض پر بحث
- ۷۔ رسالہ عنبر اصول طب میں ۲۱۔ اسطر نو میا صغیر علم اسطر نو میا میں
- ۸۔ الاکسیر طب اور غلیات میں ۲۲۔ اسطر نو میا کبیر علم اسطر نو میا میں
- ۹۔ نساخ مجربہ کبیر طب اور غلیات میں ۲۳۔ البواقیت فی معرفت المواقیت علم توقیت
- ۱۰۔ نساخ مجربہ صغیر طبی نسخے ۲۴۔ شرح التجرید موضوع معلوم
- ۱۱۔ انوار جمالیہ ملفوظات و آداب حلال طہانی ۲۵۔ کسبیت احمر مجموعہ علوم ریاضی
- ۱۲۔ گلزار جمالیہ حیات جمال اللہ ملانی ۲۶۔ الاوسط علم نجوم میں
- ۱۳۔ سمر السام علم ہیئت میں ۲۷۔ نبراس شرح، شرح العقائد النفی
- ۱۴۔ عقائد المزمع

آلا! یہ محقق علی الاطلاق عین عالم شباب میں صرف تیس سال کی عمر میں عالم فانی سے عالم جادو دانی کو تشریف لے گئے۔ اگر فرشتہ اجل کچھ اور مہلت دیتا تو ارسطو، بوعلی سینا، ابن خوس، بطلمیوس کو یہ بہت پیچھے چھوڑ جاتے۔ آپ کا انتقال ۱۲۳۹ھ میں ہوا اور وہیں کوٹ ادو کے قریب بستی پیر ہادی میں مدفون ہوئے۔ اوراق کی تشنگد امنی کو مد نظر رکھتے ہوئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عَنْهُ اللَّهُ عَلَى حَسَنِ الْإِعْتِقَادِ وَحُبِّ النَّبِيِّ وَحُبِّ الْعِتْرَةِ وَالصَّحَابَةِ  
بِالْإِقْتِصَادِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَسَلَامُهُمْ وَيُبَلِّغُ مِنَّا السَّلَامَ إِلَيْهِمُ

بعد ازاں

اے رفیق مجھ سے یہ رسالہ المناہیہ عن طعن معاویہ قبول  
کر اور جماعت ناجیہ، راضیہ عالیہ کی اتباع کر اور فرقہ عالیہ، سرکش وغیرہ سے  
دور رہ، نیز واہمیات اور خالی خولی خطابات کو چھوڑ دے اور عبدالعزیز بن  
احمد بن حامد "علیہ الرحمۃ" کی کامیابی و کامرانی کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ  
اس کی تصانیف میں برکت فرمائے اور حاسدوں سے ان کو محفوظ فرمائے،  
اللہ تعالیٰ مقدس و مددگار ہے۔ وہی اول و ہی آخر ہے۔ کتاب چند فضول پر  
مشتمل ہے۔

### فصل: چند فضائل صحابہ کرام علیہم الرضوان

اس سلسلے میں قرآن کریم میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہمارے لئے  
کافی ہے "وہ لوگ کہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل جنگ لڑی اور اللہ کی راہ میں  
خرچ کیا برابر نہیں بلکہ وہ ان لوگوں سے بڑے درجہ کے مالک ہیں کہ  
جنہوں نے فتح مکہ کے بعد فی سبیل اللہ خرچ کیا اور جنگ لڑی اور اللہ تعالیٰ کا  
وعدہ ہر ایک سے اچھالی کا ہے۔" سورہ المائد آیت ۶۱

ابن حزم کا قول ہے کہ اس آیت میں جملہ صحابہ کرام کے لئے جنت کی بشارت ہے  
حضرت عمران بن حصین سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ میری امت کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد ہوں گے، پھر جو ان کے بعد ہوں گے۔ ”بخاری، ترمذی، حاکم“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم نے فرمایا کہ میرے زمانے کے لوگ بہتر ہیں۔ ”الحديث، بخاری، مسلم، مسند احمد، ترمذی“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایسے مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی کہ جس نے مجھے دیکھا یا جس نے اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا ہے۔ ”ترمذی، ضیاء المقدسی“

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم کا ارشاد ہے کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور اس کے لئے بھی جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔ ”عبد بن حمید، ابن عساکر“

حضرت عبد اللہ ابن یسیر سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اس شخص کے لئے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا، اس کے لئے خوشخبری اور بہترین ٹھکانہ ہے۔ ”طبرانی، حاکم“

حضرت انس سے مرفوعاً مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب کی مثال ایسی ہے جیسے کھانے میں نمک، کہ کھانا بغیر نمک کے صحیح نہیں ہوتا۔ ”شرح السنۃ للبخاری، سنن ابویعلیٰ“

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم نے فرمایا کہ میرا صحابی زمین کے جس نقطے میں فوت ہوگا تو وہ قیامت کے دن وہاں کے لوگوں کے لئے مینارہ نور اور قائد کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا۔ ”ترمذی“

نے اس کو غریب کہا ہے، ضیاء المقدسی“



انہی ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعاً روایت ہے کہ ستارے آسمان کے لئے امن ہیں جب ستارے چھپ جاتے ہیں تو آسمان خوفناک معلوم ہوتا ہے۔ میں اپنے صحابہ کے لئے جائے امن ہوں، جب میں ”دوسری دنیا میں“ چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ مصیبت میں گھس جائیں گے اور میرے صحابہ میری امت کے لئے باعثِ امن ہیں۔ جب میرے صحابہ بھی رخصت ہو جائیں گے تو میری امت خوفناک پریشانی میں گھس جائے گی۔“ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے، اور مسند امام احمد میں ہے کہ آسمان کی خوفناکی اس کا پھٹ جانا ہے، صحابہ کے لئے اختلاف و حزن ہوگا اور امت حکمرانوں کے مظالم و مصائب میں گرفتار ہو جائے گی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کی تعظیم کرو اس لئے کہ وہ تم میں سے بہتر ہیں۔ ”نسائی بسند صحیح“ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد اپنے صحابہ کے مابین باہمی اختلاف کے متعلق رب تعالیٰ سے سوال کیا تو بذریعہ وحی مجھے جواب دیا گیا کہ ”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ آپ کے صحابہ میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان کے ستارے، بعض بعض سے قوی ہیں لیکن نور ہر ایک کے لئے ہے۔ پس صحابہ کے باہمی اختلاف کے وقت جس نے بھی جس کسی کی اتباع کر لی تو وہ میرے نزدیک راہِ ہدایت پر ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔“ اس کو زید نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے۔“ اس حدیث کے آخری جملے میں کلام ہے۔ امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ ضعیف محض ہے۔ ابن حزم فرماتے ہیں موضوع اور باطل ہے، ابن ربیع کہتے ہیں کہ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا مگر یہ ان کی سنن میں نہیں ہے۔

## فصل: صحابہ پر طعن کی ممانعت

حضرت ابو سعید خدری سے مرفوعاً روایت ہے آنحضرت نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اس لئے کہ تم میں سے کوئی اگر احد پہاڑ جتنا بھی سونا خرچ کر دے تب بھی ان کی ایک مٹھی بھر کو بھی نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کے نصف کو۔ ”بخاری، مسلم، ترمذی“

مسلم اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جبکہ ابو بکر برقانی نے اس کو شیخین کی شرط پر روایت کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مغفل سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم نے فرمایا کہ اللہ اللہ میرے صحابہ، ان کو اپنی غرض کا ہدف نہ بناؤ، پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے محبت کی ہے، جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا تو میرے ساتھ بغض کی وجہ سے بغض کیا، جس نے ان کو تکلیف دی گویا اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے دکھ پہنچایا تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو وہ بہت ہی جلد اللہ کی پکڑ میں آئے گا۔ ”ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے“

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر حملے کرتے ہیں۔ ”ابن عدی“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے صحابہ کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے، ملائکہ اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہو۔



حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے سرکارِ دو عالم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں تو تم کہو کہ تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑے۔ ”ترمذی، خطیب“

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا جو شخص میرے صحابہ کو گالیاں دیتا ہوا مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک ایسے جانور کو مسلط کر دے گا جو اس کے گوشت کو نوچتا رہے گا۔ وہ شخص قیامت تک اسی تکلیف میں مبتلا رہے گا۔ ”ابن ابی دنیا فی القبور“

انہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے میرے صحابہ کو پسند کیا پھر ان میں سے کچھ کو میرے وزراء، مددگار و معاون اور رشتے دار بنایا۔ پس جو شخص ان کو گالیاں دے گا اس پر اللہ کی، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے کسی خرچ اور عدل کو قبول نہیں فرمائے گا۔ ”طبرانی، حاکم“

## فصل :- مسلمانوں کا ذکرِ خیر

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم نے فرمایا کہ مسلمان کو گالیاں دینا فسق ہے۔ ”مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ“

ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جبکہ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مغفل اور وارق قطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے آنحضرت نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی جو اپنے بھائی کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے کوئی ایک کافر ہوگا۔

”بخاری، مسلم، مسند احمد“

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک شخص اگر کسی دوسرے کو فاسق اور کافر کہتا ہے اگر دوسرا شخص ایسا نہیں تو پھر پہلا ہی یعنی خود ہی کافر و فاسق ہوگا۔ ”بخاری“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل ہے کہ طعنہ زنی کرنے والا، لعنت کرنے والا، بدکلامی کرنے والا اور بد زبان مومن ہی نہیں ہے۔  
”ترمذی، بیہقی، احمد، بخاری فی التاریخ، مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان“

حضرت ابوذر داؤد رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب بندہ کسی شے پر لعنت کرتا ہے تو وہ آسمان کی طرف چلی جاتی ہے، مگر اس کے لئے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر وہ زمین کی طرف آتی ہے تو یہاں کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں، یعنی زمین و آسمان میں اس کا داخلہ ممنوع ہو جاتا ہے۔ جب اس کو کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا تو اس شخص کی جانب رجوع کرتی ہے جس پر لعنت کی گئی تھی۔ اگر وہ اس کا یعنی لعنت کا اہل ہے تو ٹھیک ورنہ وہ لعنت بھیجنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ ”ابوداؤد“

## فصل:- مردوں کو گالیاں دینے کی ممانعت

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کو تم گالیاں نہ دو اس لئے کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ ان کے پاس پہنچ چکا ہے۔ ”بخاری“

## فصل:- باہمی حقیقت کے ذکر کی ممانعت

بہت سے محققین نے ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرام کی باہمی مخالفتوں اور حقیقتوں



کو بیان کرنا حرام ہے اس لئے کہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ بعض صحابہ سے بدگمانی نہ پیدا ہو جائے۔ اس کی موید ایک اور حدیث مرفوعہ میں ہے کہ کوئی شخص کسی قسم کی شکایت میرے صحابہ سے متعلق مجھے نہ کرے کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں تم میں سے کسی کی طرف جاؤں تو اس کی طرف سے میرا سینہ پاک ہو۔ ”ابوداؤد عن ابن مسعود“

امام ابواللیث فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی آپس کی لڑائیوں سے متعلق حضرت ابراہیم نخعی سے سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ خون ہیں کہ جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا ہے۔ تو کیا اب ہم اس کے ذکر سے اپنی زبانوں کو آلودہ کریں۔ ”الح“

اہلسنت نے تو محض مضطربانہ ان واقعات و حوادث کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ اہل بدعت نے اس سلسلے میں بہت سے جھوٹ اور افسانے گھڑ لئے تھے اور بعض متکلمین نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ صحابہ کی باہمی خانہ جنگی کی تمام روایات محض جھوٹ ہیں۔ اگرچہ یہ قول بہت اچھا ہے مگر بعض مناقشات تو اتر سے ثابت ہیں۔ اہلسنت و جماعت کا اجماع ہے کہ جو مشاجرات ثابت ہیں ان کی تاویل کر کے عوام الناس کو دساوس سے بچایا جائے اور جو تاویل کے قابل نہیں ہیں وہ مردود ہیں اس لئے کہ صحابہ کرام کی فضیلت، حسن سیرت اور حق کی اتباع نصوص قطعہ سے ثابت ہے اور اسی پر اہل حق مجتمع ہیں، پھر روایات احاد کس طرح اس کی معارض ہو سکتی ہیں اور روایات بھی متعصبین کا ذہن رانڈیوں کی؟

## فصل:۔ باہمی رنجش کا مختصر قصہ

متعدد روایات سے ثابت ہے کہ اہل مصر جب مدینہ شریف آئے

تو انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ عبداللہ ابن ابی سرح کو مصر سے معزول کر کے ان کی جگہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حاکم بنادیں گے؟ تو آپ نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا۔ اس پر آپ کے وزیر مروان بن حکم نے عبداللہ کو خط لکھا کہ جب یہ لوگ تمہارے پاس پہنچیں تو ان کو قتل کر دینا۔ راستے میں مصریوں کی قاصد سے ملاقات ہو جاتی ہے تو انہوں نے قاصد سے وہ خط لے لیا، کھول کر دیکھا تو وہ خط حضرت امیر المومنین عثمان غنی کی طرف سے تھا اور اس پر آپ کی مہر بھی تھی۔ طرہ یہ کہ خط لے جانے والا آپ کا غلام تھا اور آپ ہی کی اونٹنی پر سوار تھا۔ وہ مصری وہیں سے واپس لوٹ آئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو منع کر دیا کہ ان سے لڑا نہ جائے۔ آپ کا مقصود مسلمانوں کو خونِ ناحق سے بچانا اور تمنائے شہادت تھی جس کی بشارت آپ کو زبانِ رسالت سے مل چکی تھی۔ چنانچہ ان مصریوں نے آپ کو قتل کر دیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

پھر حضرت بی بی عائشہ صدیقہ، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ قاتلین عثمان کو قصاص میں قتل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت علی اس سلسلے میں کچھ وقت کے طلبگار تھے تاکہ فتنہ بھی کھڑا نہ ہو اور ان کا مطالبہ بھی پورا ہو جائے۔ بس یہیں سے بات بڑھ گئی اور اختلاف پیدا ہو گیا اور جو کچھ من جانب اللہ تقدیر میں وہ تو لامحالہ ہو کر رہتا۔ پس حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی بصرہ کے قریب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ ہوئی۔ جس میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر شہید ہوئے اور حضرت عائشہ صدیقہ



کی سواری کی کوچیں بھی کاٹ دی گئیں۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کا نام جنگ جمل معروف ہوا۔ غرض کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہ عزت و اکرام واپس مدینے شریف بھیجا دیا گیا۔ بعد ازاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفین کے مقام پر دریائے فرات کے کنارے اسی مسئلے پر جنگ ہوئی اور یہ جنگ جاری رہی۔ پھر ایک معاہدہ طے پایا جو کہ صلح کی مانند تھا۔ ”اس سلسلے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے“

## فصل :- مجتہد کی خطا پر عدم مواخذہ

حدیث مرفوع صحیح السند سے ثابت ہے کہ جب حاکم اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے تو اگر وہ فیصلہ درست ہے تو اس کے لئے دوسرا اجر ہے اور اگر اجتہادی فیصلہ مبتی برخطا ہے تو اس کے لئے ایک نیکی ہے۔ اس حدیث کو بخاری، مسلم، مسند احمد، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، پھر بخاری، احمد، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص سے بھی روایت کیا ہے نیز اسی روایت کو بخاری نے ابوسلمہ سے بھی نقل کی ہے۔

اجتہاد مصیب پر دو اجر ہیں اور صرف اجتہاد پر ایک نیکی ہے۔ چاروں صحابہ علیہم الرضوان اس جنگ میں مجتہد تھے مگر ان کے اجتہاد میں خطا تھی جبکہ حضرت علی مصیب فی الاجتہاد تھے۔ اصول میں یہ بات مقرر شدہ ہے کہ مجتہد کو ہر صورت اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ہے۔ اس سلسلے میں مجتہد پر اور اس کے مقلدین پر کوئی ملامت نہیں۔ پس اس جنگ میں شہید ہونے والے اور شہید کرنے والے دونوں فریقین کے لوگ جنتی ہیں واللہ رب العالمین

حضرت ابن سعد حضرت ابی میسرہ عمرو بن شریک سے روایت کرتے ہیں۔ کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں اور اس میں بہترین گنبد بنے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کن لوگوں کے ہیں۔ جواب دیا گیا کہ یہ گنبد کلاخ اور خوشب کے ہیں اور یہ دونوں حضرت امیر معاویہ کی کمان میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ پھر میں نے پوچھا کہ عمار یا سراور ان کے دوست کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ وہ سامنے ہیں۔ میں نے کہا کہ ان کے بعض نے تو بعض کو قتل کیا تھا۔ کہا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تو اس کو وسیع المغفرت پایا۔ میں نے کہا کہ اہل نہر یعنی خوارج کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ کہا کہ وہ سختی میں ہیں۔

حوالہ ۶

## فصل :- فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسا کہ شریک کو دیگر کھانوں پر فضیلت ہے۔ ”بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابن حیرہ“ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی حدیث میں مشکل درپیش آتی تو ہم حضرت عائشہ صدیقہ سے دریافت کرتے، ہم نے ان کو عالم بالحدیث پایا ہے۔ ”ترمذی نے کہا کہ یہ روایت حسن صحیح غریب ہے“

حضرت ام ہانی ہمیشہ حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ عنقریب تیرے زیور علم اور قرآن ہوں گے۔ ”مسند امام اعظم ابوحنیفہ“



حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے عائشہ یہ بات میرے لئے موت کو آسان کر دیتی ہے کہ میں نے تجھے جنت میں اپنی بیوی کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ موت کو مجھ پر آسان کر دیا گیا ہے اس لیے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں دیکھا ہے۔ ”مسند امام اعظم ابو حنیفہ“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اے عائشہ یہ جبریل تمہیں سلام کہتے ہیں۔ میں نے کہا تجھ پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔ ”بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو مجھے خواب میں تین راتوں تک دکھائی گئی، فرشتہ تجھے ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر لاتا تھا۔ پھر کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ پس میں نے تیرے منہ سے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو واقعی تو وہی تھی۔ میں نے کہا اگر یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے تو انشاء اللہ عند اللہ ویسا ہی ہوگا۔ ”بخاری، مسلم“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میری باری کے دن تحائف کے آنے پر لوگ حیران رہتے تھے۔ تحائف کی ترسیل کا مقصد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی تھی۔ آپ فرماتی ہیں کہ ازواجِ مطہرات کی دو جماعتیں تھیں۔ ایک گروہ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہن تھیں اور دوسرے گروہ میں حضرت ام سلمہ و دیگر ازواجِ نبی تھیں۔

”رضوان اللہ تعالیٰ علیہن“

حضرت ام سلمہ کے گروہ نے ان سے کہا کہ اس سلسلے میں آپ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم سے بات کریں کہ آپ اپنے صحابہ کو فرمائیں اگر تم مجھے ہدایا بھیجا جاتے ہو تو میں جہاں بھی ہوں وہیں بھیجا کرو۔ آنحضرت نے ام سلمہ سے فرمایا کہ مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا نہ دو اس لئے کہ میرے پاس وحی عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف کے بغیر کسی اور لحاف میں نہیں آتی۔ ام سلمہ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتی ہوں کہ یا رسول اللہ میں نے آپ کو ایذا دی، پھر گروہ ام سلمہ نے حضرت فاطمہ الزہرا کو بلایا اور انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اے فاطمہ بیٹی! کیا تو وہ پسند نہیں کرتی جس کو میں پسند کرتا ہوں۔ عرض کیا۔ اباجان! آپ کی پسند ہی میری پسند ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میری پسند یہی بات ہے۔ ”بخاری، مسلم، نسائی“

تنبیہ :- شاید کسی کو یہ گمان ہو کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں ان کی اپنی روایت سودمند نہیں ہیں تو یہ ان کا گمان فاسد ہے اس لیے کہ پہلی حدیث عظیم منقبت ہے اور تمام روایات کی موثق، مصحح اور مصدق ہے۔

## فصل :- مناقب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

مؤلف مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ وہ طلحہ بن عبد اللہ بن کنینہ ابی محمد القرشی ہے قدیم الاسلام اور سوائے جنگ بدر کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ بدر میں اس لئے شریک نہ ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت سعید بن زید کے ساتھ قریش کے قافلے کی کھوج لگانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ جنگ احد میں حضرت طلحہ کو چوبیس زخم آئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ پچتر زخم آئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ تیروں، بھالوں اور نیزوں کے مجبوری زخم پچتر تھے۔ ترمذی نے روایت کیا



ہے کہ انشی سے زیادہ زخم آئے تھے۔ بیس جمادی الآخر ۳۶ھ بروز جمعرات شہید ہوئے اور بصرہ میں دفن کئے گئے۔ اس وقت ان کی عمر جو نسیٹھ برس تھی امام نووی نے ذکر کیا ہے کہ وہ لڑائی کو ترک کر کے دشمنوں میں گھس گئے تھے کہ انہیں ایک ایسا تیر لگا کہ جس سے وہ جاں بحق ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تیر مروان بن حکم نے مارا تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت وفات حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے راضی تھے۔ صحیح مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ حرا پر تھے اور حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر آنحضرت کے ہمراہ تھے۔ پس پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ ٹھہر جا، تیرے اوپر نبی، صدیق اور شہید کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

ترمذی نے عبد الرحمن بن عوف و ابن ماجہ، امام احمد، ضیاء المقدسی اور واقطنی نے سعید بن زید سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر جنت میں، عمر جنت میں، عثمان جنت میں، علی جنت میں، طلحہ جنت میں، زبیر جنت میں، عبد الرحمن جنت میں، سعد بن ابی وقاص جنت میں، سعید بن زید جنت میں اور ابن جراح جنت میں ہیں۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے حسن، صحیح روایت نقل کی ہے کہ جنگ احد کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر دو زریں تھیں۔ آپ نے پہاڑی چٹان پر چڑھنا چاہا مگر نہ چڑھ سکے تو حضرت طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آنحضور چٹان پر چڑھ گئے۔ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا کہ طلحہ پر جنت واجب ہو گئی۔

ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ وہ شخص جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ شخص ہر ایسے شخص کو چلتا پھرتا دیکھے جس نے ”راہ جہاد میں قربان ہونے کی“ اپنی نذر پوری کر لی ہو تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کی طرف دیکھے۔

ترمذی اور امام حاکم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ شخص جو یہ خواہش رکھتا ہو کہ کسی شہید کو زمین پر چھل قدمی کرتے دیکھے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھے۔

ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ پر چلتے پھرتے شہید ہیں۔

ترمذی اور ابن ماجہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ طلحہ کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے اپنی نذر پوری کر لی۔ امام ترمذی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ایک حسن غریب روایت نقل کرتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم نے ایک جاہل ثاواقف اعرابی بدو سے کہا کہ تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھو کہ جن لوگوں نے اپنی نذر پوری کر لی ہے۔ ان سے مراد کون ہیں؟ صحابہ کرام نے بدو سے اس لئے دریافت کر لیا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب و توقیر اور ہمیت کی وجہ سے یہ بات پوچھنے کی اپنے اندر سمجھت نہیں رکھتے تھے۔ غرضیکہ اس اعرابی نے پوچھا مگر حضور اکرم نے اعراض فرمایا۔ اس نے پھر پوچھا تو پھر بھی آپ نے توجہ نہ دی۔ اس نے تیسری مرتبہ دریافت کیا تو آپ نے پھر جواب نہ دیا۔ اتنے میں میں ”طلحہ“ مسجد کے دروازے سے



ظاہر ہوا۔ میں سبز لباس میں ملبوس تھا۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے جو عن قضاٰ نحبہ کے متعلق پوچھتا تھا۔ اعرابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ میں ہوں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ شخص ”طلحہ“ ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی نذر پوری کر چکے ہیں۔

ترمذی اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے یہ سنا کہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما جنت میں میرے پر دسی ہیں۔

امام بخاری قیس بن حازم سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ شلول ہاتھ دیکھا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے جنگ احد کے دن شل ہو گیا تھا۔

امام بیہقی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں باقی لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تنہا چھوڑ گئے تھے۔ صرف گیارہ انصاری اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس رہ گئے تھے۔ آپ ان کی ہمراہی میں پہاڑ پر چڑھ رہے تھے کہ مشرکین نے گھیر لیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی۔ کہ ہے کوئی یہاں جو ان کا مقابلہ کرے؟ حضرت طلحہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ طلحہ تم ٹھہرو۔ پھر ایک انصاری نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں ان سے مقابلہ کرتا ہوں، اور وہ ان سے مقابلہ کرنے لگے۔ ادھر حضور اکرم نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دوبارہ پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا۔ ادھر وہ انصاری شہید ہو گئے تو کفار نے پھر بیچھا کیا۔ اور حضور علیہ السلام کے قریب پہنچ گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ کوئی ہے جو ان سے مقابلہ کرے۔ حضرت طلحہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ تم ٹھہرو۔ اتنے میں ایک اور انصاری نے کہا۔ حضور میں حاضر ہوں۔ وہ لڑنے لگے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اوپر چڑھنے لگے۔ مشرکین اس انصاری کو شہید کرنے کے بعد پھر پیچھے ہٹ گئے۔

پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر دفعہ یہی ارشاد فرماتے اور حضرت طلحہ ہر دفعہ اپنے آپ کو پیش کرتے حضور علیہ السلام فرماتے۔ تم ٹھہرو۔ پھر کوئی انصاری لڑنے کی اجازت طلب کرتا تو آپ اس کو اجازت دے دیتے اور وہ بھی پہلے والے کی طرح لڑتے لڑتے شہید ہو جاتے۔ یہاں تک کہ حضور اکرم کے ساتھ سوائے طلحہ کے باقی کوئی نہ رہا، یعنی سب شہید ہو گئے۔ مشرکین نے حضور علیہ السلام اور حضرت طلحہ کو گھیرے میں لے لیا۔ پس حضور اکرم نے فرمایا کہ ان کے مقابلے کے لئے کون ہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں ہوں۔ تو پھر انہوں نے ایسی جنگ کی کہ جس طرح ان سے پہلے گیارہ انصاریوں نے کی تھی۔ اسی اثنا ان کی انگلیاں کٹ گئیں تو کہا۔ ”حس“۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ طلحہ اگر تو اس موقع پر بسم اللہ کہتا یا اللہ کے نام کو یاد کرتا تو اللہ کے فرشتے تجھے اٹھا کر لے جاتے اور لوگ تجھے آسمان کی فضا میں دیکھتے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر اپنے صحابہ کرام کے مجمع کے پاس پہنچ گئے۔

شیخ نور الحق علیہ الرحمت نے صحیح بخاری کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت طلحہ کو جنگ جمل میں شہیدوں میں دیکھا تو اتنا رونے لگا کہ آپ کی دائرہ شریف تر ہو گئی تھی۔ پھر فرمایا۔ کہ اسے طلحہ میں امید کرتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں شمار ہو گا جن کے متعلق رب العزت نے فرمایا ہے۔ ”اور ہم ان کے دلوں میں موجود کردہ روتوں کو نکال دیں گے اور وہ بھائی بن کر ایک



دوسرے کے سامنے خوش و خرم بیٹھے ہوں گے۔“

## فصل :- محمد بن طلحہ کے مناقب میں

کثرت سجدہ کے باعث آپ کا لقب سجاد مشہور تھا۔ آپ حضور علیہ السلام کے عہد میں تولد ہوئے۔ آپ کا نام ”محمد“ تھا اور کنیت ابوسلیمان تھی۔ الاستیعاب میں ہے کہ آپ نے جنگ جمل میں شہادت پائی تھی حضرت طلحہ نے ان کو جنگ کے لئے آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اسی اثناء میں ان کی زبردہ ان کے پاؤں میں پھنس گئی اور اسی پر کھڑے ہو گئے جب کوئی آدمی ان پر حملہ کرتا تو وہ اُسے کہتے کہ میں تجھے حصّہ کی قسم دیتا ہوں، آخر کار اسود غلی نے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا اور پھر یہ شعر پڑھے۔

واشذت قواربایات ربہ، قلیل الذی فیما یری العین مسلح  
خرقت لہ بالومع حبیب قمیصر، فحوصو علیا لیدین ولفیصر  
علی غیر شیء انہ لیس تابعا علیا و لعلو یتبع الحق یندم  
یذکر فی حصّہ الروح شاجر فہلا قلا حصّہ قبل التقدّم  
جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو شہیدوں میں دیکھا تو فرمایا کہ یہ بڑا  
خوب رو جوان تھا۔ پھر غمزہ ہو کر بیٹھ گئے۔ دارقطنی کی روایت میں ہے کہ جب  
حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شہید کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ یہ سجاد ہے جو اپنے  
باپ کی اطاعت میں شہید ہوا۔

## فصل :- حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں

ان کے اکثر مناقب تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں گزر چکے ہیں۔

مؤلف مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ ابو عبد اللہ زبیر بن عوام قرشی ہیں۔ حضور علیہ السلام کی چھو بھی حضرت صفیہ آپ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ آپ سولہ برس کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قدیم الاسلام تھے۔ اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے آپ کو دھوئیں کی تکلیف دی گئی مگر وہ ہمیشہ ثابت قدم رہے اور تمام غزوات میں شامل رہے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے راہ جہاد میں تلوار کو نیا م سے باہر نکالا۔ آپ حضور علیہ السلام کے ساتھ جنگ احد میں بھی ثابت قدم رہے۔ بصرہ میں صفوان کے مقام پر ان کو عمرو بن جرموز نے شہید کیا۔ بوقت شہادت آپ کی عمر چونسٹھ برس تھی۔ پہلے وادی سباغ میں انہیں دفن کیا گیا۔ بعد ازاں وہاں سے نکال کر بصرہ میں دفن کئے گئے اور وہیں پر آپ کی قبر مشہور ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ حضرت زبیر جنگ سے لوٹ کر نماز ادا فرما رہے تھے کہ شہید کر دیئے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی تلوار کو دیکھا اور فرمایا کہ اس تلوار نے چہرہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیادہ مدافعت کی ہے۔ پھر کہنے لگے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا تھا کہ ابن صفیہ ”زبیر“ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے دینا۔ اس کے جواب میں جرموز نے کہا کہ ہم تمہارے خلاف لڑیں تب بھی جہنمی اور اگر آپ کی حمایت میں لڑیں تب بھی جہنمی؟ پھر اسی عقدہ میں جرموز نے خود کشی کر لی۔

بخاری اور ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔

شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم نے

ارشاد فرمایا کہ وہ کون ہے جو مجھے جنگ احزاب کے موقع پر قوم کی "کفار قریش" خبر لا کر دے۔ حضرت زبیر نے عرض کیا۔ حضور میں لاؤں گا۔ ۱۰

مستدرک حاکم کی روایت میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے جنگ خندق میں فرمایا کہ کفار کی خبر کون لے کر دے گا تو حضرت زبیر کھڑے ہو گئے۔ آنحضور نے پھر حکم فرمایا تو زبیر بھی پھر کھڑے ہو گئے۔ ۱۱

شیخین اور ترمذی نے حضرت زبیر سے روایت کیا ہے حضور اکرم نے فرمایا کون ہے جو بنی قریظہ کے ہاں جائے اور ان کی خبر لائے تو میں "زبیر" چلا گیا۔ جب واپس لوٹا تو حضور علیہ السلام نے میرے والدین کو جمع کیا اور فرمایا۔ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

بخاری نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کافروں پر حملہ کیوں نہیں کرتے کہ ہم بھی آپ کی ہمرہی میں ان پر حملہ کریں۔ چنانچہ آپ نے حملہ کیا تو آپ کی پشت پر تلوار کی دو ضربیں لگیں اور ان دونوں کے درمیان وہ ضرب تھی جو آپ کو جنگ بدر میں لگی تھی۔ پس میں ان ضربات "کے گڑھوں" میں انگلیاں ڈال کر کھیلتا تھا۔

فائدہ :- شیخ نور الحق نور اللہ مرقدہ صحیح بخاری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں یہ موک ملک شام کی ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں اور رومیوں کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کے چار ہزار آدمی شہید ہوئے تھے۔ جبکہ رومی مشرکوں کے ایک لاکھ پانچ ہزار آدمی قتل ہوئے اور چالیس ہزار قید ہوئے۔



## فصل :- حضرت امیر معاویہ کے فضائل میں

آگاہ ہو کہ حضور اکرم کے صحابہ کرام کی تعداد سابقہ انبیاء کرام کی تعداد کے موافق ایک لاکھ چوبیس ہزار دہائی (بیش) ہے مگر جن کے فضائل میں احادیث طیب اللسان ہیں۔ وہ گنتی کے چند حضرات ہیں اور باقیوں کی فضیلت میں صرف صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کافی ہے۔ اس لئے کہ ”صحبت رسول“ کے فضائل عظیمہ کے ترتب میں قرآن و حدیث ناطق ہے۔ پس اگر کسی صحابی کے فضائل میں احادیث نہ ہوں یا کم آئی ہوں تو یہ ان کی فضیلت و عظمت میں کمی کی دلیل نہیں ہے۔ اسی لئے ہم یہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ذکر کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں آپ کے شرف و مقام کا اضافہ ہو۔

**اولاً** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ اے اللہ معاویہ کو حساب و کتاب کی تعلیم سے سرفراز فرما اور عذاب سے محفوظ رکھ۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عرابض بن ساریہ سے روایت کیا ہے۔ مسند امام احمد بہت بڑی اعتماد والی کتاب ہے۔ حافظ ثقفی۔ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ مسند احمد کی جملہ روایات مقبول ہیں اور جو ضعیف ہیں وہ بھی حسن کے قریب ہیں۔ نیز امام سیوطی فرماتے ہیں کہ امام احمد کا قول ہے کہ اگر مسلمان کسی مسئلے میں اختلاف کریں تو انہیں چاہیے کہ وہ میری مسند کی طرف رجوع کریں۔ اگر تم اس میں پاؤ تو وہ حسن ہے ورنہ حجت نہیں اور بعض نے تو مسند احمد کی تمام روایات کو صحیح پر اطلاق کیا ہے۔ نیز ابن جوزی نے جو مسند احمد کی بعض روایات کو وضعی کہا ہے۔ وہ اس کی اپنی خطا ہے۔ کیونکہ تعصب اور افراط جوزی کی سرشت ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مسند احمد میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے اور یہ کتاب سنن اربعہ سے

احسن ہے۔

**ثانیاً** حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ صحابی مدنی سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ اے اللہ ان کو ہدایت دہندہ اور ہدایت یافتہ بنا اور لوگوں کو ان کے ذریعے ہدایت عطا فرما۔ ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ امام ترمذی کی کتاب ”سنن ترمذی“ جلیل القدر کتاب ہے۔ حتیٰ کہ شیخ الاسلام ہر وی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ کتاب صحیحین ”بخاری و مسلم“ سے زیادہ نفع مند ہے۔ اس لئے کہ اس میں جس طرح مذاہب اور موجودہ استدلال کا ذکر ہے وہ صحیحین میں نہیں ہے۔ نیز حاکم اور خطیب نے ترمذی کی جلد مرویات کو مطلقاً صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی خود کہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو علمائے حجاز، عراق اور خراسان کی خدمت میں پیش کیا ہے اور جس شخص کے گھر میں یہ کتاب ہوگی گویا کہ وہاں خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کلام فرما رہے ہیں۔

**ثالثاً** ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ کیا آپ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ سے کچھ کہنا چاہیں گے کیونکہ وہ تو صرف ایک وتر پڑھتے ہیں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ وہ فقیہ ہیں۔ ”بخاری“

تسراح کہتے ہیں کہ فقیہ سے مراد مجتہد ہے۔

بخاری میں ابن ابی ملیکہ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کی موجودگی میں عشاء کے بعد وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھی تو غلام نے جا کر اپنے مالک ابن عباس سے یہ بات کہی تو انہوں نے فرمایا کہ جھوٹا اس لئے کہ وہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں۔ ”انتہی“

حضرت ابن عباس کا شمار فضلاء صحابہ میں تھا۔ آپ کے علم کی وسعت کے پیش نظر آپ کو بحر العلوم، حیرت اور ترجمان القرآن کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم نے ان کے لئے علم و حکمت اور تفسیر قرآن بالتأویل کی دعا فرمائی تھی جو کہ قبول ہوئی۔ آپ کا شمار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خواص میں تھا۔ آپ دشمنان علی کے شدید نکیر تھے۔ حضرت نے آپ کو خوارج سرور یہ کے پاس مناظرے کے لئے بھیجا تھا۔ آپ نے مناظرہ کیا اور خارجیوں کو لا جواب کر دیا۔ جب حضرت ابن عباس جیسے ذی علم شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی گواہی دیں اور اپنے غلام کو ان پر نکیر کرنے سے منع فرمائیں اور دلیل یہ دیں کہ وہ صحابی رسول ہیں تو اسی سے حضرت معاویہ کے توفیق و علو کا پتہ چل جاتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حیرت حضرت ابن عباس کی طرف سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کے لئے یہی سب سے بڑی شہادت ہے۔

**رابعاً** حضرت معاویہ کاتب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اپنی کتاب ”خلاصۃ السیر“ میں امام مفتی حریم احمد بن عبد اللہ بن محمد طبری نے ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ کاتب تھے۔ چاروں خلفاء کے علاوہ عامر بن قہیرہ، عبد اللہ بن ارقم، ابی ابن کعب، ثابت بن قیس بن شماس، خالد بن سید بن عاص، حنظلہ بن ربیع السلمی، زید بن ثابت، معاویہ بن ابی سفیان، ثمر جلیل بن حسنہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ ان میں سے حضرت معاویہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کو کتابت وحی کے لئے خاص کیا گیا تھا۔ یعنی دوسروں کی بہ نسبت یہ کل وقتی کاتب تھے۔ ”انتہی“



نیز یہ جو کہا گیا ہے کہ کتابت وحی ان کے لئے ثابت نہیں ہے۔ امام احمد بن محمد قسطنطینی نے شرح صحیح بخاری میں اس قول کو صریح مردود کہا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان پہاڑ ہیں۔ جنگ کے بیٹے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ہیں۔

**خامساً** شیخ علی ہرودی، "ملا علی قادری" شرح مشکوٰۃ میں ذکر کرتے ہیں کہ امام عبد اللہ ابن مبارک سے دریافت کیا گیا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز افضل ہیں یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمرکابی میں جنگ کرتے ہوئے حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو عیار داخل ہوا تھا وہ بھی عمرو بن عبد العزیز سے کئی درجہ افضل ہے۔ اس منقبت پر غور کرو۔ اس کلمہ کی تفصیلت تو تجھے اس وقت معلوم ہوگی جب تجھے عبد اللہ بن مبارک اور عمر بن عبد العزیز کی تفصیلت معلوم ہو جائے گی جو کہ بے شمار ہیں اور محدثین کی مبسوط کتب تواریخ میں موجود ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کو امام الہدیٰ اور پانچواں خلیفہ راشد کہا جاتا ہے۔ محدثین اور فقہاء ان کے قول کو عظیم اور حجت مانتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کی زیارت کرتے تھے۔ آپ وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے حدیث رسول کو جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے بھی افضل ہیں تو ان کے مقام و مرتبہ میں تجھے کیا گمان ہو سکتا ہے۔

**سادساً** بخاری اور مسلم "حضرت معاویہ" سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ صرف ثقہ، ضابط اور صدوق راویوں کی ہی روایت کرتے ہیں اور یہی ان کی شرط ہے اور مروان بن حکم نے کتاب طہارت میں آپ کو ضعف کی صف سے خارج رکھا ہے حالانکہ وہ ضعیف

روایات بھی حاصل کرتا ہے۔

**سابعاً** ۱ صحابہ کرام اور محدثین عظام حضرت معاویہ کی مدح کرتے ہیں حالانکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور

واقعات اختلافیہ کے تمام لوگوں سے زیادہ واقف ہیں اور ان کی تصدیق و توثیق ہے۔ امام قسطنطینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ مناقب

کا مجموعہ ہیں۔ اسی طرح شرح مسلم میں ہے کہ آپ کا شمار عدول فضلاء اور صحابہ اختیار میں ہے۔ امام یافعی فرماتے ہیں کہ آپ نہایت بردبار، سخی، سیاست دان

صاحب عقل اور سیادت کاملہ کے حقدار، صاحب الرائے تھے۔ گویا کہ حکومت کرنے کے لئے ہی پیدا ہوئے تھے۔ محدثین کرام ان کے نام کے بعد رضی اللہ

عنہ لکھتے ہیں جیسا کہ دیگر صحابہ کے نام کے بعد لکھتے ہیں بلا تفریق۔ جیسا کہ بروایت بخاری حضرت ابن عباس کا قول گزر چکا ہے۔

ابن اثیر جزیری کے نہایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت معاویہ سے

زیادہ لائق سیادت میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ تو کسی نے سوال کیا کہ حضرت عمر فاروق کو بھی نہیں۔ فرمایا کہ حضرت عمر ان سے بہتر تھے لیکن سیادت

کے معاملے میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی آگے تھے۔ حضرت ابن عمر کے قول کی توجیح اس طرح کی گئی ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ

از حد سخی اور مال خرچ کرنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اور بعض نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ وہ واقعی انداز حکمرانی میں ان سے بڑھ کر تھے۔

قاضی عیاض ذکر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے معافی بن عمران سے کہا۔ کہ عمر بن عبدالعزیز حضرت معاویہ سے افضل ہیں تو وہ غصہ میں آگئے اور

فرمانے لگے کہ حضور اکرم کے صحابہ کرام کے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ حضرت معاویہ صحابی رسول مقبول ہیں۔ وہ آپ کے برادر نسبتی ہیں، کاتب ہیں اور سب سے بڑھ کر وحی الہی کے امین ہیں۔

حضرت امیر معاویہ کا کثیر احادیث کا روایت کرنا۔ امام اذہبی

**ثامناً** ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت ام حبیبہ رضوان اللہ علیہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ نیز اپنے تقدم کے باوجود حضرت ابو ذر نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس، حضرت ابو سعید، حضرت جریر رضی اللہ عنہم کے علاوہ ایک جماعت صحابہ نے ان سے روایت کی ہے، پھر ”تابعین میں سے“ حضرت جبیر، ابو ادریس، خولانی، سعید بن مسیب، خالد بن معدان، ابو صالح سمان، سعید، ہمام بن منبہ کے علاوہ کثیر خلق نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔ ”انتہی“۔

بخاری نے اپنی صحیح میں ”حضرت معاویہ“ سے آٹھ احادیث روایت کی ہیں۔ ہم ان میں سے چند احادیث یہاں ذکر کر رہے ہیں جن سے نہ صرف حضرت امیر معاویہ کا شرف واضح ہو جائے گا بلکہ علماء کے دلوں میں آپ کی محبت بھی فزوں تر ہوگی۔

امام احمد، ابو داؤد اور حاکم نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اہل کتاب ”یہود و نصاریٰ“ نے اپنے دین میں بہتر فرقے پیدا کئے اور یہ ملت ”اسلامیہ“ بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی جن میں ایک فرقے کے بجز بقیہ سب جہنمی ہیں اور جو جنتی ہے وہ جہنمت ہے، پھر میری امت میں سے ایک قوم نمودار ہوگی جس میں خواہشاں



اس طرح پھیل جائیں گی جس طرح کتے کا زہر کسی شخص میں سرایت کر جاتا ہے کوئی رگ در لیشہ اور جوڑا لیا نہیں رہتا کہ جس میں زہر نہ پہنچے۔

بیہقی، ابو داؤد نے حضرت معاذیہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ جب تم عورتوں کی اتباع کر دو گے تو بگڑ جاؤ گے۔

امام احمد، نسائی اور حاکم نے حضرت معاذیہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ حضور اکرم نے فرمایا۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ بخش دے، مگر جو شخص مشرک ہو کر مرے یا کسی مومن کو عمداً قتل کرے، اس کی مغفرت نہیں ہوگی۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے حضرت معاذیہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد کچھ آئمہ ہوں گے، وہ جو کہیں گے ان کی بات رد نہیں کی جائے گی۔ وہ جہنم میں ایسے گھسیں گے جیسے کہ بندر گھسیں گے۔

ترمذی نے حضرت معاذیہ سے مرفوعاً حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص شراب پیے پس اس کو کوڑے مارو، حتیٰ کہ وہ چوتھی مرتبہ پیے تو پھر اس کو قتل کر دو۔

ابو داؤد نے حضرت معاذیہ سے مرفوعاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ جو شراب پییں تو انہیں کوڑے مارو، پھر پییں تو پھر مارو، پھر پییں تو پھر مارو، پھر بھی پییں تو انہیں قتل کر دو۔ قتل کرنے کا حکم یا تو تہدید ہے یا منسوخ ہے۔

ابو داؤد اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

سے بھی حدیث معاویہ کی مثل روایت کی ہے۔

بخاری نے حضرت ابو امامہ بن سہل سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن ابی سفیان سے سنا دراختیایک وہ منبر پر جلوہ افروز تھے۔ مؤذن نے اذان دی اور کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر حضرت معاویہ نے بھی کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ مؤذن نے کہا: اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ حضرت معاویہ اور میں نے بھی کہا: اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ مؤذن نے کہا: اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ تو حضرت معاویہ نے بھی کہا: اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ پس جب اذان پوری ہو گئی تو حضرت معاویہ نے کہا کہ لوگو! میں نے مؤذن کی اذان کے وقت اسی مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا۔ آپ بھی یہی کلمات فرماتے ہو کہ تم نے مجھ سے سنے ہیں۔

امام احمد حضرت علقمہ بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ کے نزدیک تھا۔ آپ وہی دہراتے تھے جو مؤذن کہتا تھا مگر جب مؤذن نے حی الصلوٰۃ کہا تو آپ نے فرمایا: لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ جب مؤذن نے کہا: حی علی الفلاح تو آپ نے کہا: لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بعد ازاں وہی کہا جو کہ مؤذن نے کہا: پھر فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

بخاری، مسلم، مؤطا، امام مالک، ابو داؤد، ترمذی و نسائی نے حضرت حمید بن عبد الرحمن بن عوف سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ منبر پر سال حج میں حضرت امیر معاویہ سے سنا جبکہ بالوں کا ایک گچھا آپ کے

پہرے دار کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے اہل مدینہ کہاں ہیں تمہارے علماء؟ میں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ ایسے بالوں سے منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے بنی اسرائیل اس وقت تباہ ہوئے تھے جس وقت وہ ایسے بالوں کو پکڑتے "قبول" تھے۔

شیخین اور نسائی نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ مدنیہ شریف آئے اور ہمیں مخاطب کر کے بالوں کا ایک چونڈا نکالا اور فرمایا کہ میں نہیں دیکھتا تھا کہ یہودیوں کے علاوہ بھی کوئی اس کو بناتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ایسے بالوں کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ نے ان کا نام "جھوٹ" رکھا تھا امام نسائی حضرت سعید مقبری سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ کو منبر پر دیکھا اور ان کے ہاتھ میں عورتوں کے بالوں کا ایک گچھا تھا۔ فرمایا کہ مسلمان عورتوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسے بال استعمال کرتی ہیں۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے سنا کہ وہ عورتیں جو اپنے سر میں ایسے بالوں کا اضاذہ کرتی ہیں جبکہ یہ محض جھوٹ ہے جس کو وہ پھیلا رہی ہیں۔

طبرانی نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حق حضرت عمر کی زبان اور دل میں متحقق کر دیا ہے۔

ابوداؤد میں حضرت معاویہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالطہ میں ڈالنے والی باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں



کے سامنے وضو فرمایا جیسا کہ انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وضو کرتے دیکھا تھا۔ جب سر کے مسح تک پہنچے تو پانی کا چلو بھر کر اٹھے ہاتھ پر ڈالا پھر اس کو وسط سر تک لے گئے یہاں تک کہ پانی کے قطرے گرنے لگے یا گرنے کے قریب تھے۔ پھر پیشانی سے گدی تک اور گدی سے پیشانی تک مسح کیا۔

ابو داؤد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ السلام فرمایا کہ رکوع اور سجدے میں مجھ سے آگے نہ بڑھا کر، رکوع اور سجدے میں جتنی دیر میں تم سے پہلے چلا جاتا ہوں تو رکعت کے لئے اٹھتے وقت اتنا حصہ تم پالیتے ہو بیشک میرا جسم کچھ بھاری ہو گیا ہے۔

ابونعیم نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص برے عمل کرتا تھا اور ناحق ظلم کرتے ہوئے ستائوے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ پس وہ شخص نکلا اور دیرانیا میں ایک راہب کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ ایک ایسا شخص کہ جس نے ستائوے افراد کو ناحق ظلماً قتل کیا ہو کیا اس کی توبہ قابل قبول ہوگی۔ راہب نے کہا کہ نہیں تو اس نے اُس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر وہ ایک دوسرے راہب کے پاس گیا اور اس کو بھی اسی طرح کہا۔ دوسرے راہب نے بھی وہی کہا کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اس شخص نے دوسرے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر تیسرے راہب کے پاس پہنچا۔ اس سے بھی وہی کچھ دریافت کیا تو اس نے بھی وہی جواب دیا کہ توبہ قبول نہیں ہوگی۔ لہذا اس نے اس تیسرے راہب کو بھی قتل کر دیا۔

پھر وہ ایک اور چوتھے راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ ایک شخص

نے بُرائی کا کوئی عمل نہیں چھوڑا اور اس نے ظلماً، ناحق سو قتل بھی کئے  
 ہیں کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے اس سے کہا۔ قسم بخدا!  
 اگر میں تجھ سے یہ کہوں اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول نہیں  
 فرماتا تو یہ صریح جھوٹ ہے۔ یہاں دیر "علاقہ" میں عبادت گزار قوم  
 ہے۔ تم وہاں جاؤ اور ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو، پس  
 وہ وہاں تائب ہو کر نکلا ابھی اس نے کچھ راستہ ہی طے کیا تھا کہ اللہ نے  
 فرشتہ بھیج کر اس کی روح کو قبض کر لیا۔ پھر اس کے پاس عذاب اور رحمت  
 کے فرشتے آگئے اور اس کے معاملے میں جھگڑنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان  
 کے پاس ایک اور فرشتے کو بھیجا جس نے ان دونوں فرشتوں سے کہا کہ دونوں  
 گاؤں کے درمیانی فاصلے کو ناپ لو۔ جو قریب ہوگا اس کا شمار اسی گاؤں  
 والوں میں ہوگا۔ چنانچہ ناپا گیا تو وہ عبادت گزاروں اور توبہ تلا کرنے  
 والوں کے گاؤں کے چند انگلی برابر قریب نکلا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو  
 بخش دیا۔

شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں ہم نے بطریق ابو داؤد، عبد اللہ  
 بن علامہ سے اور انہوں نے مغیرہ بن قرہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں  
 کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن مسجد میں باب حوض پر لوگوں  
 کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے لوگو! ہم نے فلاں فلاں دن چاند  
 دیکھا اور تم پر روزہ رکھنے میں سبقت لے گیا ہوں۔ پس جو شخص اچھا سمجھتا  
 ہے تو وہ ایسا کرے۔ حضرت مالک بن ہیرہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور  
 کہا۔ اے معاویہ کیا ایسی کوئی چیز تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 سنی تھی؟ یا یہ تمہاری اپنی رائے ہے۔ آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے سنا ہے کہ پورے مہینے کے روزے رکھو اور اس کے پہلے حصہ کے۔

بخاری نے حمید بن عبد الرحمن سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین میں تفقہ عطا فرماتا ہے اور بیشک میں تو بانٹنے والا ہوں۔ جبکہ عطا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور یہ امت ہمیشہ دین پر قائم رہے گی۔ مخالفین اس کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ امر الہی آجائے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت امیر معاویہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں تو خازن ہوں جس کو بطیب خاطر دوں گا پس اس میں برکت ہوگی اور جس کو اس کے مانگنے اور طلب کرنے پر دوں گا تو اس کی مثال ایسی ہوگی کہ جو کھائے مگر پیٹ نہ بھرے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت امیر معاویہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوال کرتے ہوئے پیٹ نہ جایا کرو۔ قسم بخدا! اگر تم میں سے کوئی مجھ سے سوال کرے اور میں اس کے سوال کے بار بار اصرار پر اس کو کچھ دے دوں تو میرے اس عطیہ میں اس کے لئے برکت نہیں ہوگی۔

ابوداؤد اور نسائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتے کی سواری سے اور سونے کے پہننے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ معمولی ٹکڑا ہو۔ اسی طرح ایک اور



روایت میں ہے جو کہ انہی کتب میں حضرت معاویہ سے مرفوعاً مروی ہے۔  
آپ نے فرمایا کہ تم ریشم اور چیتے پر سواری نہ کرو۔

نسائی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں  
کہ ان کے پاس اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع تھے۔ پس کہا کہ کیا تمہیں معلوم  
ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ٹکڑا بھروسونے کے پہننے سے بھی منع فرمایا  
ہے تو انہوں نے کہا کہ اللہ اعلم

ابوداؤد نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اصحاب نبی  
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے اس چیز سے اور چیتے کی کھال پر سواری سے منع فرمایا ہے۔  
تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ  
وسلم نے حج اور عمرہ کے درمیان قرآن سے منع فرمایا ہے تو انہوں نے کہا۔  
کہ یہ تو ہم نہیں جانتے، حضرت معاویہ نے فرمایا کہ یہ بھی انہی میں شمار ہے  
مگر تم نے بھلا دیا۔

امام مسلم طلحہ بن یحییٰ کی روایت ان کے حجاب سے روایت کرتے ہیں۔ وہ  
فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ  
مؤذن آیا اور اس نے آپ کو نماز کے لئے بلایا۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں  
نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا کہ قیامت کے روز مؤذنون  
کی گردنیں سب سے لمبی ”اونچی“ ہوں گی۔

امام مسلم نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ مسجد  
میں لوگوں کے ایک حلقہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ حلقہ باندھ کر کیسے بیٹھے  
ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ اللہ کیا صرف

اسی لئے بیٹھے ہو۔ انہوں نے کہا کہ بخدا اس کے علاوہ بیٹھنے کا ہمارا کوئی مقصد نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سب میں نے حلفت اس لئے نہیں لیا کہ تم پر کوئی تہمت لگا رہا ہوں بلکہ جن حضرات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ جیسا قرب حاصل تھا ان میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس نے مجھ سے کم روایت نقل کی ہوں۔ بے شک حضور علیہ السلام صحابہ کی جماعت کے ایک حلقہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ تم یہاں کس لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم یہاں بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور ہم اس کی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی طرف ہدایت دی اور یہ اس کا احسان عظیم ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ، تم صرف اسی مقصد سے بیٹھے ہو۔ عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے قسم اس لئے نہیں لی کہ تم پر کوئی تہمت ہے لیکن حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور خبر دی اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے روبرو تم پر فخر فرماتا ہے۔

محدث قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم کے سامنے وحی کو تحریر فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا کہ دو اٹ ڈال دو، قلم کا قسطیڑھا کرو، حرف با کو سیدھا لکھو۔ سین کے دہانوں کے درمیان فرق رکھو۔ میم کے سرے کو ملا کر نہ لکھو۔ لفظ اللہ کو خوبصورت لکھو۔ رحمن کو کھینچ کر لکھو اور رحیم کو حسین لکھو۔

حضرت امیر معاویہ اتباع سنت میں حریص تھے۔ امام  
**تاسعاً** بنوی شرح السنہ میں ابی مجلز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دن نیکے تو عبد اللہ ابن عامر اور عبد اللہ ابن زبیر بیٹھے

تھے۔ ابن عامر دیکھ کر کھڑے ہو گئے جبکہ ابن زبیر بیٹھے رہے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے لئے کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنائے۔ اس حدیث کو ترمذی، ابوداؤد اور مسند احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

ابوداؤد اور ترمذی میں عمرو بن مرہ سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے امور مسلمین میں سے کسی شے کا حاکم بنایا ہو اور اس نے ان کی حاجت و ضرورت اور فقر و غلبت کے آگے پردہ حائل کر دیا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاجت و غلبت اور فقر کے آگے پردے حائل کر دیتا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت معاویہ نے لوگوں کی ضروریات معلوم کرنے کے لئے ایک آدمی کا تقرر کر دیا۔

بخاری نے مغیرہ بن شعبہ کے کاتب وارد سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ نے مغیرہ کو لکھا کہ میرے پاس کوئی ایسی حدیث لکھ کر بھیج کہ جس کو تم نے خود حضور علیہ سے سنا ہو تو حضرت مغیرہ نے ان کی طرف لکھا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو نماز سے فراغت کے بعد تین بار یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ، لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ۔ پھر فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حیل و حجت، کثرت سوال، تصبیح مال، لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنے، ماؤں کی نافرمانی اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ترمذی میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المؤمنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ مجھے اختصار سے کوئی نصیحت تحریر



فرمائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا۔ السلام علیک اما بعد۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص لوگوں پر تنگی کر کے اللہ کی رضا کا طلبگار ہوگا تو لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی معافیت کافی ہے اور جو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا کا طلبگار ہوگا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کی طرف سے اس کا وکیل ہوگا۔ والسلام۔

ترمذی اور ابوداؤد نے سلیم بن عامر سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ تھا اور آپ ان کے علاقہ کی جانب محو سفر تھے اس لئے کہ جیسے ہی معاہدے کی میعاد ختم ہو رومیوں پر حملہ کر دیا جائے۔ پس ایک شخص جو گھوڑے یا خچر پر سوار تھا آیا اور وہ کہتا تھا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر ایقائے عہد لایم ہے جنگ نہ کرو۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت معاویہ نے اس سے دریافت کیا اس معاملے میں تو انہوں نے کہا۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی قوم کے ساتھ معاہدہ کیا ہو تو جب تک مدت معاہدہ ختم نہ ہو اس وقت تک عہد نہ توڑے یا پھر ان کے معاہدے کو مسترد کر دے تاکہ عدم معاہدہ سے فریقین برابر آگاہ ہوں۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ہمراہی لوگوں کے ساتھ واپس لوٹ گئے۔

حضرت معاویہ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت کی ایک مثال وہ ہے جس کو قاضی عیاض نے شفا شریف میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عابس بن ربیعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کے لئے گھر کے دروازے میں داخل ہوئے تو حضرت معاویہ پلنگ سے اٹھے اور ان سے بخلگیر

ہو کر ملے، ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور مرغاب نامی علاقہ "جو کہ نہر مرد کے پاس تھا" کی زمین ان کو عطا فرمادی۔ یہ عطا و اکرام صرف اس لئے تھا کہ حضرت غالب کی صورت حضور اکرم نور عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت شریف کے مشابہ تھی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو حدیث کی اتباع کا حکم **عاشرا** فرماتے اور اس کی مخالفت سے منع فرماتے تھے۔ امام

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ مدینہ شریف میں آتے اور یہاں کے فقہاء سے کوئی ایسی چیز سنتے جو سنت رسول کے مخالف ہوتی تو اہل مدینہ کو جمع کر کے فرماتے کہ کہاں ہیں تمہارے علماء؟ میں نے تو حضور علیہ السلام کو یوں فرماتے سنا ہے اور اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بخاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ نماز پڑھتے ہو؟ البتہ تحقیق ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور حضور علیہ السلام کو ہم نے ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا بلکہ آپ نے اس نماز سے منع فرمایا ہے یعنی عصر کے فرضوں کے بعد دو رکعت پڑھنے سے۔

امام المحدثین امام مسلم حضرت عمرو بن عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے ان کو سائب کے پاس اس لئے بھیجا کہ میں ان سے "سائب" سے ایسی بات معلوم کروں جو انہوں نے حضرت معاویہ کو نماز میں کرتے ہوئے دیکھا ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ مفسورہ میں میں نے حضرت معاویہ کے ہمراہ نماز جمعہ پڑھی تھی۔ جب انہوں نے سلام

پھیرا تو میں نے اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور نماز پڑھی۔ جب گھر لوٹے تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ جو کچھ تو نے کیا ہے دوبارہ اس طرح نہ کرنا۔ جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اس وقت تک نماز نہ پڑھو جب تک کہ بات نہ کر لو یا اپنی جگہ سے ہٹ نہ جاؤ۔

اما مسلم اپنی صحیح میں حضرت معاویہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حدیثیں وہ روایت کرو جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں روایت کی گئی ہیں اس لئے کہ حضرت عمر لوگوں کو خوفِ الہی سے ڈراتے تھے، شارح مسلم فرماتے ہیں کہ یہ مانعت بغیر تحقیق و تدقیق کے کثرتِ احادیث بیان کرنے سے ہے۔ اس لئے کہ حضرت معاویہ کے زمانے میں اہل کتاب کے مفتوحہ علاقوں میں ان کی کتابوں سے نقل و روایت کا رواج شروع ہو گیا تھا اس لیے آپ نے اس سے منع فرمایا اور لوگوں کو عہدِ فاروقی کی مرویات کی طرزِ رجوع کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایتِ حدیث کے معاملے میں سختی کرتے تھے اور ضبط سے کام لیتے تھے۔ لوگ ان کی ہیبت و سطوت سے خوفزدہ تھے اور وہ حدیث میں جلد بازی سے لوگوں کو منع فرماتے تھے۔ احادیث پر شہادت طلب کرتے تھے یہاں تک کہ احادیث خوب مستقر ہو گئیں اور سنن مشہور ہو گئیں۔

بخاری نے محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے کہ وہ قریش کے ایک دُفد کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ ان کو کسی نے یہ روایت پہنچائی کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ عنقریب علاقہ قحطان کا ایک بادشاہ ہوگا۔ یہ سنتے ہی آپ غضب ناک ہو گئے۔ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔



پھر فرمایا۔ اَمَّا بَعْدُ۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جو نہ تو وہ کتاب اللہ میں ہیں اور نہ اس کا اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ وہ تمہارے جاہل لوگ ہیں۔ پس تم ایسی باتوں سے بچو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں گی۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے آپ نے فرمایا۔ یہ امر قریش میں رہے گا۔ تم میں سے کوئی شخص ان کے ساتھ دشمنی نہیں کرے گا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی پیشانی پر نشان نہ لگا دے یا وہ دین کو قائم نہ کریں۔

کثیر صحابہ کرام کی جماعت نے حضرت معاویہ کی پیروی کی  
**حادی عشر** | مثلاً حضرت عمرو بن عاص اور ان کے فرزند حضرت عبداللہ زاید رضی اللہ عنہ، معاویہ بن خدیج وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

حضرت عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ  
**اثنا عشر** | کو شام کا گورنر بنایا۔ حالانکہ آپ تو حکام و امراء کی صلاح و فساد میں بہت احتیاط فرماتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت معاویہ کو معزول نہ کیا بلکہ انہیں ان کی گورنری پر بحال رکھا۔

فقہاء کرام حضرت معاویہ کے اجتہاد کو معتد علیہ سمجھتے تھے۔  
**ثلثہ عشر** | اور دیگر صحابہ کرام کے مذاہب کی طرح آپ کا مذہب بھی ذکر کرتے تھے۔ مثلاً آپ کا یہ قول کہ معاذ ابن جبل، معاویہ اور سعید بن مسیب کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے اور حضرت معاویہ سے ان کا یہ قول کہ ناکہ معراج ایک رو یا ٹٹے صالحہ ہے جیسا کہ حضرت ابی عاتشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور ان کا یہ قول کہ رکنین یمانیین کا استلام حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ سے بطریق صحیح ثابت ہے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا خلافت حضرت معاویہ  
**رابعہ عشر** | کو سپرد کر دینا باوجود اس کے کہ امام حسن کے ساتھ ایسے  
 چالیس ہزار اشخاص تھے جنہوں نے موت پر ان سے بیعت کر رکھی تھی۔ اگر  
 آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل نہ ہوتے تو سبط طیب امام حسن خلافت ان کے  
 حوالے کیوں کرتے؟ بلکہ اپنے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح جنگ  
 لڑتے۔ عنقریب اس کی تفصیل آئے گی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسن علیہ السلام سے نہایت  
**خامستہ عشر** | ادب سے پیش آتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔  
 اہل بیت نبوت کے فضائل میں رطب اللسان رہتے۔ یہ سب باتیں مخالفت و  
 مخالفت کے باوجود ان کے ایشاء حق پر دلالت کرتی ہیں مگر مخالفت و مخالفت  
 تو بتقدیر الہی پیش آچکی تھی۔

امام احمد نے اپنی مسند حضرت معاویہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام  
 حضرت امام حسن علیہ السلام کی زبان اور ہونٹ چوستے تھے اور اللہ تعالیٰ ان  
 لبوں اور زبان کو کبھی عذاب نہ دے گا جن کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 چوما ہو۔ ملا علی قاری ہردی شرح مشکوٰۃ میں عبد اللہ ابن بریدہ سے روایت  
 نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن حضرت معاویہ کے ہاں تشریف لائے تو  
 حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں آپ کی خدمت میں ایسا عطیہ پیش کروں گا  
 کہ ایسا عطیہ نہ تو آپ سے پہلے کسی کو ملا ہوگا اور نہ آپ کے بعد کسی کو ملے گا۔  
 پھر چار لاکھ کا عطیہ پیش کیا جو امام حسن نے قبول فرمالیا۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی

مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سوال حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو، اس لئے کہ وہ مجھ سے زیادہ صاحب علم ہیں۔ سائل نے کہا کہ امیر المؤمنین مجھے علی رضی اللہ عنہ کے جواب سے آپ کا جواب زیادہ پسند ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بڑی بات ہے تو ایسے آدمی کو ناپسند کر رہا ہے جس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے علم کی بنا پر معزز سمجھتے تھے اور اس کے بارے میں فرمایا کہ ”اے علی“ تیرا نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یونہی جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کوئی مسئلہ درپیش آتا تو ان سے دریافت فرماتے۔ یہ حدیث مسند احمد کے علاوہ دوسری کتب میں بھی مروی ہے اور بعض نے کچھ زیادہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔ مثلاً حضرت معاویہ نے اس سائل سے فرمایا کہ کھڑا ہوا اللہ تعالیٰ تیرے پاؤں کو کھڑا نہ کرے۔ اور اراکین دیوان سے اس کا نام خارج کر دیا۔ مزید فرمایا کہ حضرت عمر فاروق، حضرت علی سے مسائل دریافت کرتے اور استفادہ کرتے تھے اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ جب بھی حضرت عمر کو کوئی مشکل مسئلہ پیش آیا تو آپ فرماتے کہ یہاں ”حضرت“ علی ”رضی اللہ عنہ“ موجود ہیں۔

امام متغری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا تو فرمایا کہ قسم بخدا مجھے علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب روئے زمین پر کوئی نہیں تھا۔ اس کے قبل کہ میرے اور ان کے درمیان جو کچھ رونما ہوا، اور میں جانتا ہوں کہ ان کی اولاد میں سے ایک خلیفہ ہوگا جو اپنے زمانے میں روئے زمین پر سب سے بہتر ہوگا اور ان کا ایک نام آسمان میں ہے جس کو آسمان والے



جانتے ہیں اور اس کی علامت یہ ہوگی کہ ان کے زمانے میں پھلوں کی کثرت ہوگی  
باطل مٹ جائے گا اور حق زندہ ہوگا۔ وہ صالح لوگوں کا زمانہ ہوگا۔ ان کے  
سر بلند ہوں گے اور وہ ان کو دیکھیں گے۔ ”مراد اس سے حضرت امام مہدی ہیں“  
حاکم اور ابن بخاری نے بروایت ہشام بن محمد ان کے والد سے روایت کیا  
ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو حضرت امیر معاویہ سے سالانہ ایک لاکھ عطیہ  
ملتا تھا تو ایک سال وہ وظیفہ کسی طرح رک گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ شدید  
تنگدستی کا شکار ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قلم و روایت منگوائی تاکہ معاویہ  
کو خط لکھوں اور اسے اپنی یاد دہانی کراؤں۔ پھر میں خاموش ہو گیا۔ پس  
میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو آپ نے مجھے  
فرمایا کہ حسن تم کیسے ہو، میں نے عرض کیا، آبا جان بہتر ہوں اور وظیفہ میں تاخیر کی  
شکایت بھی کی تو آپ نے فرمایا کہ تو دو روایت منگوا کر اپنی جیسی مخلوق کو خط لکھ رہا تھا  
تاکہ اسکو یاد دہانی کرائے۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر میں کس  
طرح کروں؟ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ کہو۔ اے میرے قلب میں اپنی امید  
ڈال دے اور اپنے سے علاوہ کی تمام امیدیں مٹا دے۔ حتیٰ کہ میں تیرے  
سوا کسی سے امید نہ رکھوں۔ اے اللہ میری قوت میں اضافہ فرما جو کہ کم عقلی  
کی وجہ سے کمزور ہو گئی ہے تاکہ اس کی طرف میری رغبت نہ جائے اور نہ میرا  
سوال اس کو پہنچ سکتا ہے اور نہ وہ میری زبان پر جاری ہو سکتی ہے  
اور جو تو نے اولین و آخرین کو یقین کی دولت مرحمت فرمائی ہے۔ اے  
رب العالمین مجھے بھی اس کے لئے خاص کر لے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے  
ہیں قسم بخدا میں نے مکمل ایک ہفتہ بھی یہ دعا نہیں کی تھی کہ مجھے پندرہ  
لاکھ کا وظیفہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مرسلہ مل گیا۔ پس میں  
نے کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو اپنے مذکورین کو بھی فراموش نہیں

فرماتا اور نہ اس کی دعا کو رد فرماتا ہے۔ پھر میں نے دوبارہ خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ اے حسن اب کیسے ہو۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ ”صلی اللہ علیہ وسلم“ بہتر ہوں۔ اور اپنی ساری بات بیان کی۔ تو فرمایا۔ اے میرے لختِ جگر بیٹے، اسی طرح جو اپنی امید کو خالق سے وابستہ رکھے اور مخلوق سے امید نہ رکھے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسا معاملہ کرتا ہے۔

محمد بن محمود آملی اپنی تصنیف نقاش القنون میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ حضرت علی خدا کی قسم شیر کی طرح تھے۔ جب آواز لگاتے تھے اور جب ظاہر ہوتے تو چاند کی طرح۔ جب عطا و اکرام پر آتے تو بارانِ رحمت کی طرح ہوتے تھے۔ بعض حاضرین نے دریافت کیا کہ آپ افضل ہیں یا علی؟ فرمایا کہ حضرت علی کے چند نقوش بھی آل ابی سفیان سے بہتر ہیں۔ پھر دریافت کیا گیا کہ آپ نے علی سے جنگ کیوں کی؟ فرمایا کہ حکومت و بادشاہت بے خیر ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو حضرت علی کی مدح میں ان کی شایانِ شان شعر سنائے میں اس کو ہر شعر کے بدلے ہزار دینار العام دوں گا۔ چنانچہ حاضرین نے شعر سنائے اور حضرت معاویہ فرماتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں۔ پھر حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہما نے کئی شعر پڑھے۔ جب وہ اس شعر پہ پہنچے۔

هو البناء العظيم و فلاك نوح

و باب الله و انقطع الخطاب

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شعر کو پسند کیا اور انہیں سات ہزار دینار مرحمت فرمائے۔

صواعق محرقہ میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار بن جبرہ سے کہا کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف سناؤ۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معاف فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں تجھے قسم دیتا ہوں۔ پھر انہوں نے کہا کہ قسم بخدا حضرت علی کی غایت نہایت بعید تھی۔ بہت قوی تھے۔ وہ فیصلہ کرنے کے اہل تھے۔ عدل پر مبنی حکم دیتے تھے۔ ان کے چاروں اطراف علم کے فوارے پھوٹتے تھے۔ حکمت ان کی زبان پر بولتی تھی۔ دنیا اور اس کی رنگینیوں سے وحشت زدہ رہتے تھے۔ رات سے انہیں موائست تھی اور اس کی وحشت و تنہائی سے بھی محبت رکھتے تھے۔ وہ ہمیشہ روتے رہتے تھے۔ لمبی سوچ رکھتے تھے۔ مختصر لباس رکھتے اور کھانا بھی معمولی کھاتے۔ ہمارے درمیان سادگی سے رہتے۔ ہمارے سوال کا جواب دیتے اور ہمارے بلانے پر چلے آتے۔ قسم بخدا۔ اتنی قربت کے باوجود ہم پر ان کی ایسی ہدایت تھی کہ ہم ان سے کلام بھی نہ کر سکتے تھے۔ وہ دینی بھائیوں کی تعظیم کرتے، مساکین کو قرب بخشتے۔ کوئی شہ نہ دراپنے ناحق کے لئے ان کی حمایت کی توقع نہیں کرتا تھا اور ضعیف ان کے عدل سے ناامید نہیں تھے۔ بعض مواقع پر میں نے ان کو دیکھا کہ جب رات چھا جاتی، ستارے ڈوب چکے ہوتے تو آپ اپنی دائرہ شریف کو پکڑے ٹرپ ٹرپ کر رہے تھے اور غرونین کی طرح آہ و بکا کر رہے تھے اور فرماتے۔ اے جا اپنے شوق کا دھوکہ کسی اور کو دے۔ ہیہات ہیہات۔ جاییں نے تجھے تین طلاق دے دیں۔ کبھی بھی تیری طرف رجوع نہیں کروں گا۔ کیونکہ اے دنیا تیری عمر قلیل ہے مگر تیرے خطرات کثیر ہیں۔ آہ، آہ تو شہ کم ہے، مسافت دور ہے اور راستہ وحشتناک ہے۔ یہ اوصاف سنتے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رونے



لگ گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ حسن کے باپ پر رحمت بے پایاں فرمائے۔ وہ واقعی ایسے ہی تھے۔

ایک آدمی خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یزید کو امیر المومنین کہا تو آپ نے اس کے کوڑے لگوائے اور دوسری دفعہ کسی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھو کی تو آپ نے اس کو بھی کوڑے لگوائے۔

ابن عساکر بسند ضعیف حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت معاویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی حاضر خدمت تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت اقدس ہوئے حضور علیہ السلام نے حضرت معاویہ سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں علی سے محبت ہے؟ عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے درمیان جھگڑا ہوگی حضرت معاویہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد کیا ہوگا؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور عفو۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ ہم قضائے الہی پر ناراضی ہیں۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتُلُوْا لٰكِن اللّٰهُ يَفْعَلْ مَا يٰرِيْدُ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت امام حسن بن علی الثامنہ عشر رضی اللہ عنہما سے متعلق یہ ارشاد گرامی ہے کہ شاید ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے مابین صلح کرادے۔

التاسعة عشر | حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے  
 پہلا وہ شخص جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنو امیہ  
 کا ایک فرد ہوگا اور اس کو نیزید کہا جائے گا۔ اس کو روایانی نے اپنی مسند  
 میں حضرت ابو درداد سے روایت کیا ہے۔

ابو علی "صحیح غالباً ابو لعلیٰ ہے" نے بسند ضعیف حضرت ابو عبیدہ  
 رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری  
 امت انصاف پر قائم رہے گی۔ حتیٰ کہ پہلا شخص جو اس میں رختہ ڈالے گا۔  
 وہ بنو امیہ کا ایک فرد ہوگا اور اس کو نیزید کہا جائے گا۔ پس یہ بات اس  
 اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت رسول  
 کی کوئی مخالفت نہیں کی۔

حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا  
 کہ سن ستر ہجری کے شروع سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو اور نوجوان چھوکر وں  
 کی حکومت سے۔ "رواہ احمد"

سن ۷۰ سے تاریخ ہجری مراد ہے یا پھر حضور علیہ السلام کی پر وہ  
 پوشی کے ستر سال بعد مراد ہے اور نوجوانوں کی امارت سے مراد نیزید کی امارت  
 ہے اور اولو حکم اموی کی حکومت مراد ہے اور لوگوں میں یہ بات پھیلی ہوئی  
 ہے کہ حضور علیہ السلام نے نیزید کو دیکھا تھا جبکہ حضرت معاویہ اس کو اٹھائے  
 ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ایک جنتی نے ایک جہنمی کو اٹھا رکھا ہے  
 مگر یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ نیزید تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی  
 خلافت کے دور میں پیدا ہوا تھا جیسا کہ ابن اثیر نے اپنی جامع میں ذکر  
 کیا ہے۔

المکملۃ عشرین | حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا قصہ  
صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ

عنہ ۴۷ سال کی عمر میں ماہ رجب میں بمقام دمشق فوت ہوئے۔ آخری عمر میں  
آپ کو لقوہ ہو گیا تھا اور وہ اپنی عمر کے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے کہ  
کاش میں قریش کے ایک فرد کی طرح ذی طویٰ میں رہتا اور سلطنت و  
حکومت کو نظر بھردیکھنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ  
عنہ کے پاس حضور علیہ السلام کی ایک تہبند، ایک چادر ”اڈرھنے والی“  
ایک قمیص اور کچھ بال شریف اور ناخن تھے۔ آپ کی وصیت تھی کہ  
مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی قمیص میں کفنانا اور اسی چادر  
شریف میں لپیٹنا اور تہبند میری کمر پر لپیٹ دینا۔ پھر میرے ناک کے  
نکھنوں، پیشانی اور باجھوں میں یہ بال اور ناخن شریف رکھ دینا۔ بعد ازاں  
مجھے اللہ ارحم الراحمین کے حضور میں پیش کر دینا۔

الحادی عشر | امام الاکبر امام مالک علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ کوئی  
شخص اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلاً ابوبکر،  
عمر، عثمان، معاویہ، یا عمرو بن عاص رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے  
کسی کو بھی گالی دے یا ایسا دلیا کہے تو وہ گھلی گھرا ہی پر ہے یا کفر پر  
ہے۔ اسے قتل کیا جائے گا اور اگر گالی کے علاوہ کوئی اور بد گوئی  
کرتا ہے۔ ”اعتراض کرتا ہے“ تو اسے عبرتناک مرادی جائے۔ ”د صواعق عرقہ“

فصل :- صلح کے ذکر میں جو کہ معجزہ ہے

حضرت ابوبکر ثقیفی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں



نے منبر شریف پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جلوہ افروز دیکھا اور حضرت  
امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ ایک دفعہ اپنے صحابہ  
کو دیکھتے اور ایک دفعہ حضرت حسن کو دیکھتے اور فرماتے کہ میرا یہ بیٹا سردار  
ہے اور امید ہے کہ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ دو بڑے گروہوں میں  
صلح کرادے گا۔

انہی حضرت ابوبکرہ ثقفی سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
ہمیں نماز پڑھاتے اور حضرت حسن بچپن میں آتے اور حضور علیہ السلام کی  
گردن اور پشت پر بیٹھ جاتے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں  
ہوتے تھے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدے سے آہستہ آہستہ سر اٹھاتے  
تھا کہ امام حسن کو نیچے اتار دیتے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم ہم نے دیکھا ہے کہ جتنا آپ اس بچے سے پیار فرماتے ہیں اتنا کسی دوسرے  
بچے سے پیار نہیں فرماتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے دنیا میں یہ بھول  
ہیں لا ریب میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے  
دو بہت بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔ یہ ابن ابی خاتم کی روایت ہے  
اور تقریباً ایسی ہی روایت مسند احمد میں ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے جامع الاصول میں روایت ہے  
آپ فرماتے ہیں۔ قسم بخدا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ایک پہاڑ جیسا لشکر  
لے کر حضرت سیدنا امیر معاویہ کے مقابلے پر آ گئے تو حضرت عمرو بن عاص نے  
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں ایسے دو مرد مقابل شکروں کو دیکھ رہا  
ہوں جو ایک دوسرے کو قتل کئے بغیر واپس نہیں لوٹیں گے۔ حضرت معاویہ  
نے فرمایا۔ قسم بخدا، وہ دونوں سے بہتر ہیں۔ اسے عمرو تو دیکھ کہ اگر وہ ان کو

قتل کر ڈالیں تو پھر امور مسلمین کی نگہبانی کے لئے کون رہ جائے گا؟ عورتوں کی کفالت کون کرے گا؟ بچوں کی دیکھ بھال کے لئے کون رہ جائے گا؟ پھر حضرت معاویہ نے قریش کے دو آدمی حضرت عبدالرحمن بن عمرہ اور حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ چنانچہ یہ دونوں آپ کی خدمت میں گئے اور صلح کی درخواست کی۔ حضرت حسن بن علی نے ان دونوں سے فرمایا کہ ہم بنو عبدالمطلب کو اس مال میں سے بہت کچھ وصول ہو چکا ہے اور یہ امت ایک دوسرے کا خون بہانے پر تل گئی ہے پس آپ نے صلح کر لی۔

ملا علی قاری ہرولی شرح مشکوٰۃ شریف میں ”ذخائر“ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ابو عمرو فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیب شہید ہوئے تھے تو امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زائد لوگوں نے بیعت کی تھی اور اس سے پہلے وہ لوگ آپ کے والد کے ہاتھ پر بیعت علی الموت کر چکے تھے اور یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے فرمانبردار تھے۔ پس حضرت حسن عراق، ماورالنہر، علاقہ خراسان میں سات ماہ تک خلیفہ رہے۔ پھر حضرت معاویہ نے ان کی طرف اور انہوں نے حضرت معاویہ کی طرف پیش قدمی کی اور سوا کے مصطلح میدان میں دونوں لشکر جب آمنے سامنے صف آراء ہوئے تو امام حسن نے دیکھا کہ جب تک ایک لشکر دوسرے لشکر کا صفایا نہ کر دے کسی کو غلبہ حاصل نہ ہوگا۔ پس آپ نے حضرت معاویہ کو لکھا کہ وہ خلافت ان کے سپرد کرتے ہیں مگر اس شرط پر کہ آپ اہل مدینہ، اہل حجاز و عراق کے کسی ایک آدمی سے بھی کسی قسم کی باز پرس نہیں کریں گے خصوصاً ان امور کے سلسلے میں جو میرے والد گرامی کے زمانے میں ہو چکے ہیں تو حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا کہ یہ تو قیاس میں بھی نہیں ہے۔ مجھے سب کچھ منظور ہے مگر قیس بن سعد کی نہیں اس لئے کہ مجھے وہ جہاں بھی ملا تو میں اس کی زبان اور ہاتھ کاٹ لوں گا۔ حضرت حسن نے دوبارہ لکھا کہ اگر ایسی بات ہے تو میں آپ کی بات ہے تو میں آپ کی بیعت نہیں کروں گا۔ پھر حضرت معاویہ نے ان کے پاس ایک سفید کاغذ روانہ کیا اور کہا کہ اپنی مرضی کے مطابق شرائط لکھو، میں اس کا پابند رہوں گا۔ چنانچہ ان دونوں کی صلح ہو گئی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ شرط لکھی کہ حضرت معاویہ کے بعد امر خلافت ان کے سپرد ہوگا جس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبول کر لیا۔

عارق محقق حضرت محمد بن محمد الحافظی البخاری المعروف خواجہ محمد یار سا علیہ الرحمۃ جو کہ محبت اہلبیت میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ اپنی کتاب فصل الخطاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم غنی کا ارشاد ہے کہ جب امر خلافت حضرت حسن نے حضرت معاویہ کے حوالے کر دیا تو اس سال کا نام ”سنتہ الجماعت“ رکھا گیا۔ ایک شیعہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا۔ یا مذل المومنین! اے مومنین کو ذلیل کرنے والے۔ آپ نے فرمایا۔ میں تو معزز المومنین یعنی مومنین کو عزت دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے باپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو مکروہ نہ جانو اس لئے کہ میرے بعد امر خلافت انہی کی راہ ہوگی۔ اگر تم نے اس کو گنوا دیا تو تم سرور کو ان کے ٹھکانوں سے بیروں کی طرح گرتے دیکھو گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ معاویہ اگر امر خلافت کے تم والی بنو تو ہمیشہ اللہ سے ڈرنا اور انصاف

کرنا۔ حضرت معاویہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ مجھے یہ گمان رہا کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق اس آزمائش سے لازماً گزروں گا یہاں تک کہ میں اس آزمائش میں مبتلا ہوا۔ ”رواہ احمد و بیہقی“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق مسلمانوں کی دو  
**نکتہ** عظیم جماعتوں پر جب تم نظر و فکر کرو گے تو تم ہر دو بڑی  
 جماعتوں کو معظم و مکرم پاؤ گے اور عظمت و کرامت ہی ان پر دلالت کرتی ہے۔

### حضرت معاویہ پر طعن اور ان کے جوابات

جان لے کہ ہم حضرت معاویہ و دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے کیونکہ معصوم ہونا انبیاء و ملائکہ کے ساتھ متحقق ہے اور انہی کے خواص میں سے ہے جیسا کہ مرام الکلام فی علم الکلام میں اس کی تحقیق کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی انبیاء کرام سے جو باتیں سہو یا طبیعت بشریہ سے صادر ہوتی ہیں ان کو نسیان کہا جاتا ہے لیکن ان کا نام ترک فضل رکھنا زیادہ افضل ہے اور اگر ایسی کوئی بات کسی ایک صحابی رسول سے صادر ہو جائے جو ان کی شایان شان نہیں تو یہ بعید از اسکان نہیں اور پھر حضرات صحابہ کرام کے مابین اختلافات و جنگیں ہوئیں نیز ایسی باتوں کا صدور ہوا کہ جن میں غور و فکر کرنے والوں کو حیرانگی ہوتی ہے مگر ہمارے مذہب اہلسنت و جماعت میں حد درجہ اس میں تاویل کرنے کی کوشش کی جائے اور جہاں تاویل ممکن ہی نہ ہو تو وہاں ایسی روایت کو رد کرنا واجب ہے۔ نیز سکوت و طعن سے گریز بھی واجب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قطعی طور پر ان حضرات صحابہ سے مغفرت و اچھائی کا وعدہ فرمایا ہے۔



اور حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ ان حضرات کو آگ مس نہیں کرے گی اور جو ان کے باہمی تناقضات پر تنقید کرے گا اس کے لئے سخت ترین وعید ہے۔ پس جملہ اصحاب رسول سے حسن ظن رکھنا اور ان کا ادب کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ یہی سلف صالحین محدثین کا اور اصولین حدیث کا مذہب ہے اور اس کا پر ثبات قدمی کے لئے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں۔

اکثر لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں اور شاید اس میں حکمت ہے کہ ان سے کوئی بات ہو گئی ہوگی، اور اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ آخر دنیا تک ان کے لئے اعمال صالحہ کا کوئی سلسلہ جاری رہے قریب ہے کہ جس چیز کو تم مکروہ جانو وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔

بعض محدثین نے جن میں مجد والدین شیرازی نے اپنی کتاب **پہلا طعن** سفر السعاده میں اعتراض کیا ہے کہ حضرت معاویہ کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اور اسی طرح بخاری نے ابن ملیک کی حدیث پر "لقولہ ذکر معاویہ" کا باب باندھ لیا ہے۔ دیگر صحابہ کی طرح فضائل و مناقب کا باب نہیں باندھا۔

اس سلسلے میں پہلے دو حدیثیں گزر چکی ہیں۔ ان میں سے **جواب** ایک مسند امام احمد کی اور دوسری سنن ترمذی کی ہے۔ اگر عدم سحت سے عدم ثبوت مراد ہے تو یہ مردود و قول ہے جیسا کہ محدثین کے مابین ہو گزرا اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس کا دائرہ بہت تنگ ہے اور بہت سے احکام و فضائل احادیث حسان سے ہی ثابت ہیں کیونکہ احادیث صحاح بہت کم ہیں۔ پھر جو حدیثیں سنن اور مسند میں ہیں وہ

درجہ حسن سے کم نہیں ہیں۔ نیز فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کا جواز فن حدیث میں متعین ہو چکا ہے۔ روایت حسن کی فضیلت تو اپنی جگہ میں نے تو بعض کتب معتبرہ میں صاحب میزان امام مجد الدین ابن اثیر کا یہ قول دیکھا ہے کہ سند احمد میں فضیلت معادریہ کی حدیث صحیح ہے مگر اس وقت وہ کتاب یاد نہیں آرہی ہے اور پھر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی شرح سفر السعاده میں انصاف نہیں کیا گو یا کہ انہوں نے کلام مصنف کا اقرار کر لیا ہے اور دوسرے تعصبات پر تعقب کی طرح اس پر بھی تعقب نہیں کیا۔

بخاری کے اس فعل کا جواب یہ ہے کہ ان کا تفنن فی الکلام ہے۔ اسی طرح بخاری نے اسامہ بن زید، عبد اللہ بن سلام، جبیر بن مطعم بن عبد اللہ کے بارے میں کہا ہے کہ ان کے فضائل جلیلہ کو ذکر معنون سے ہی ذکر کیا ہے۔

دوسرا طعن | امام مسلم علیہ الرحمۃ نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ میں لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پس میں دروازے کے عقب میں چھپ گیا تو حضور علیہ السلام نے پیار و محبت سے مجھے کندھے پر مٹکا رسید فرمایا۔ پھر فرمایا جاؤ معاویہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں گیا اور واپس آکر جواب دیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس کا پیٹ نہ بھرے۔

یہ کلمہ عرب کی عادت کے طور پر ہے جیسے قتالہ | جواب | اللہ ما اکرہ، ویل اکرہ وابدہ ما اجودہ، اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں، برسر تسلیم، تو پھر

اللہ تعالیٰ اس کو موجب رحمت و قدرت بنادے گا۔ جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے۔ ”باب وہ شخص کہ جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہو یا ملامت کی ہو یا بدو عادی ہو جب کہ وہ اس کا مستحق نہ ہو تو یہ اس کے لئے پاکیزگی، رحمت اور اجر ہوں گی اور پھر اس باب میں مذکورۃ الصدیر حدیث لائے ہیں۔

اور اسی میں حضرت بی بی صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے عائشہ کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے رب سے کیا شرط رکھی ہے۔ ”سن“ میں نے کہا کہ اے اللہ میں بشر ہی ہوں پس جس مسلمان کو میں نے گالی دی ہو، لعنت کی ہو تو تو اس کو اس شخص کے لئے باعثِ طہارت بنادے۔

اسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے اللہ میں تیری ذات سے عہد لینا چاہتا ہوں اور تو اس کے کبھی برعکس نہ کرنا۔ میں لباسِ بشری میں ہوں۔ اگر کسی مسلمان کو اذیت دی یا کسی کو میں نے گالی دی ہو، لعنت کی ہو یا مارا ہو تو آپ اس کو اس شخص کے لئے رحمت و باعثِ طہارت بنادینا اور روزِ حشر اس کو اپنی قربت کا سبب بنادینا۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ اے اللہ میں ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ لباسِ بشری میں ہوں مجھے بھی غصہ آجاتا ہے جیسا کہ دوسرے بشر کو غصہ آجاتا ہے۔

اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے شرط رکھی ہے۔ میں نے اللہ سے

درخواست کی ہے کہ میں لباس بشری میں ہوں۔ راضی بھی رہتا ہوں جیسے  
 دوسرے بشر راضی ہوتے ہیں۔ غصہ بھی ہوتا ہوں جیسے دوسرے بشر غصہ  
 ہوتے ہیں۔ پس اگر میں اپنی امت کے کسی فرد کے لئے بدعا کروں جب کہ  
 وہ اس کا مستحق نہ ہو تو تو اسکو شخص کے لئے پاکیزگی اور روزِ حشر اپنے  
 تقرب کا باعث بنانا۔ پس اللہ تعالیٰ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ  
 ایسا فرمایا اور انہیں زمین کی سرداری عطا کی اور یہ انتہائی کرم گستری ہے  
 ترمذی شریف میں یوسف بن سعید سے مروی ہے کہ  
**تیسرا طعن** | جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ

عنہ کی بیعت کر چکے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر امام حسن سے کہا کہ  
 آپ نے مومنین کا منہ کالا کر دیا ہے۔ یا یہ کہا کہ آپ مومنین کا منہ کالا کرنے  
 والے ہیں۔ امام حسن نے فرمایا کہ تو مجھے برا نہ کہہ اللہ تجھ پر رحم کرے کہ  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی امیہ کو اپنے منبر پر فروکش دیکھا تو  
 آپ نے اس کو اچھا نہ سمجھا۔ پس سورۃ کوثر نازل ہوئی۔ اے محمد یعنی ایک  
 جنت میں ایک نہر ہے اور سورۃ لیلۃ القدر نازل ہوئی۔ خیر من  
 الھن شہرتک۔ اے محمد بنو امیہ آپ کے بعد ایک ہزار ماہ تک  
 حکمرانی کریں گے۔ قاسم بن فضل کہتے ہیں کہ ہم نے بنو امیہ کی حکمرانی کی مدت  
 تخمینہ لگایا تو واقعی پورے ایک ہزار ماہ ہوئے۔ نہ کم نہ زیادہ "انتہی" امام  
 ابن الاثیر اپنی جامع میں فرماتے ہیں کہ یہ تراسی سال چار ماہ ہوتے ہیں۔  
 امام حسن کی امیر معاویہ سے بیعت حضور علیہ السلام کے پردہ فرمانے کے تیس  
 سال بعد ہوئی اور ان کی حکمرانی ابو مسلم خراسانی کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ پس یہ  
 ٹوٹل ۹۲ سال ہوئے۔ اس میں سے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت



کی مدت آٹھ سال آٹھ مہینے نکال دیئے جائیں تو باقی ایک ہزار ماہ رہ جاتا ہے۔  
اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور  
علیہ السلام نے پروردہ فرمایا اس حال میں کہ آپ تین قبائل کو اچھا نہ سمجھتے تھے  
(۱) بنو ثقیف (۲) بنو حنیفہ (۳) بنو امیہ۔ "ترمذی"

یہاں مطلقاً بنو امیہ کی مذمت مقصود نہیں ہے کیونکہ  
بنو امیہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور خلیفہ راشد

## جواب

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ دونوں شامل ہیں اور دونوں باجماع  
اہل سنت امام الہدی ہیں اور حضور علیہ السلام کی ناگواری کا باعث نیرید بن  
معاویہ، عبید اللہ بن زیاد اور اولاد مروان بن حکم ہے یعنی یہ سنت  
رسول کے مخالف تھے اور اصحاب رسول و آل رسول کو انہوں نے ایذا  
دی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ ہے کہ امر خلافت کا بنو امیہ  
کی طرف منتقل ہونا نوشتہ تقدیر ہے اور اہل بیت نبوت کے لئے اللہ  
کے ہاں سے بھلائی ہی بھلائی ہے۔

مسلم شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی  
ہے کہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما

## چوتھا طعن

حضرت سعد کے پاس آئے اور کہا کہ تجھے ابو تراب "حضرت علی" کو سبب و  
شتم کرنے سے کس چیز نے منع کیا ہے۔ سعد نے کہا کہ جب تک حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی ان کے حق میں تین باتیں یاد ہیں۔ میں ان کو ہرگز نہ  
برا نہیں کہوں گا۔ پس ان باتوں کا ذکر کیا (۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا  
کہ علی تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہما السلام سے تھی مگر  
میرے بعد کوئی نبی نہیں (۲) خیبر کے دن میں جھنڈا اس کو عطا کروں گا جو

اللہ اور اس کے رسول مقبول سے محبت کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہو (۲) جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا اے الہی یہ ہیں میرے اہل بیت "انتہی لخصاً" اور اس میں شک نہیں کہ حضرت علی کی برائی کا کہنا کھلی غلطی ہے۔

**جواب** | شرح مسلم شریف میں مذکور ہے کہ اس کی تاویل کرنا واجب ہے، یا پھر سب و شتم سے مراد ان کی اجتہاد میں خطاء اور ہمارے اجتہاد کی صحت ہے یا یہ کہ انہوں نے قوم کے کچھ لوگوں کو حضرت علی کو برا بھلا کہتے سنا تو چاہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زبانی حضرت علی کی فضیلت بیان کر کے لوگوں کو اس سے باز رکھیں اصل بات یہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں حضرت علی کرم اللہ کو گالی دینے کا حکم نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں حضرت علی کرم اللہ کو گالی دینے کا حکم نہیں ہے بلکہ سبب مانع دریافت کیا گیا ہے اور حضرت علی کو ان کی کنیت ابو تراب سے ذکر کرنا یہ کوئی تشیع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو آپ کی پسندیدہ کنیت تھی۔

**پانچواں طعن** | حضرت معاویہ کے دور میں بدعات کا ظہور ہے۔ شرح وقایہ میں ہے کہ مدعی پر قسم کا رد کرنا بدعت ہے۔ اور اس پر سب سے پہلے فیصلہ حضرت معاویہ نے کہا نیز سیوطی فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے سب سے پہلے خصی "ہیجرے" لوگوں کو خادم بنایا اور سب سے پہلے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنایا۔

**جواب** | معاویہ مجتہد تھے۔ خطاء و صواب کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے  
پھر انہوں نے یزید کو اہل بیت سے حسن سلوک کی وصیت فرمائی تھی  
جس کو اس نے پورا نہ کیا اگر حسن ابن علی رضی اللہ عنہما زندہ ہوتے تو حسب  
وعدہ امر خلافت انہیں کے سپرد ہوتا۔

حضرت معاویہ نے حضرت حسن بن علی کو زہر دلوایا۔

**چھٹا طعن**

**جواب** | یہ بہت بڑا بہتان ہے اور مؤرخین کی ایسی خرافات  
ہیں جو معتد علیہ نہیں ہیں۔

**ساتواں طعن** | تفہیم زانی کی شرح تلخیص میں مذکور ہے کہ حضرت معاویہ  
بیمار تھے تو حضرت امام حسن عیادت کے لئے تشریف  
لائے۔ بیٹھے تو معاویہ نے ان کے سامنے یہ اشعار پڑھے۔

وتجلدی للشامین اریحہ، انی لریب الدھر لا اتضع  
واذا المہنیۃ الشبت اظفارھا، الفیت کل تمیمۃ لا تنفع  
یہ روایت غیر صحیح ہے اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس  
**جواب** | میں کوئی تصریح نہیں ہے کہ اس سے مراد حضرت حسن

علیہ السلام ہی ہوں۔

کہ وہ حضرت حسن کے وصال پر خوش ہوئے۔ تاریخ  
**آٹھواں طعن** | ابن خلکان میں مذکور ہے کہ اسی روز حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا معاویہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ  
آپ کے اہل بیت میں ایک بہت بڑا سانحہ ہوا ہے۔ ابن عباس نے کہا

مجھے علم نہیں، مگر آپ کو میں خوش دیکھتا ہوں۔

مورخین حاطب اللیل ہیں اور اگر تسلیم کر بھی لیں تو ممکن ہے  
**جواب** | ان کی خوشی کسی امر دیگر کی وجہ سے ہو۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے حضور علیہ السلام کا قول  
**نواں طعن** | ہے کہ تجھے باغی مگر وہ قتل کرے گا۔ ”مسلم“

اہل سنت کا اجماع ہے کہ جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ  
**جواب** | وجہہ الکریم پر چڑھائی کی وہ امام حق پر چڑھائی کرنے والے  
 ہیں مگر یہ بغاوت اجتہادی تھی جو کہ ان پر معاف ہے، ملا علی قاری  
 شرح مشکوٰۃ میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث  
 کی یہ تاویل کرتے تھے کہ ہمارا گروہ تو خون عثمان رضی اللہ عنہ کا مطہلہ کرنے  
 والا تھا۔

جنگ صفین میں حضرت علی کا قول ”عبادت مخدوف  
**دسواں طعن** | ہے“ قاضی میند کا حضرت علی کے دیوان کی شرح میں  
 یہ گمان کیا ہے کہ ابتر سے مراد حضرت معاویہ ہیں اور اس کی تائید میں  
 وہ حدیث ذکر کی ہے جو سورۃ کوثر کے نزول کا سبب ہے۔

یہ دیوان حضرت علی سے لبتہ شیعہ منسوب ہے جو کہ  
**جواب** | وضع و تحریف میں ضرب المثل ہے۔ بر تقدیر تسلیم ہم یہ  
 نہیں مانتے کہ شارح نے جو ذکر کیا ہے وہی مراد صاحب دیوان کی ہے  
 اس پر کیا حجت ہے کہ دوسرے پر قاضی شارح جیسے لوگ برائی کریں،  
 اور پھر خلیفہ بطور تعزیر کسی شخص کو سب و شتم کر سکتا ہے جبکہ دوسروں  
 کے لئے یہ جائز نہیں، بالجملة جب ان اکابر کے مابین طعن باللسان



”تلوار“ وقوع پذیر ہوا ہے تو زبانی طعن تو بہت ہی کم ہے مگر یہ بھی دوسروں کے لئے جائز نہیں۔ اگر دوسجائی آپس میں سب و شتم کریں تو کسی دوسرے کو جائز نہیں کہ کسی ایک کو گالی دے، اس سے بہت سے اعتراضات کا جواب واضح ہو جاتا ہے۔ ان میں سے زنجشیری اپنی کتاب میں حضرت عبدالرحمن بن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

الابلیغ معاویہ بن حوب ۱۶ امیر الظالمین بنا کلامی  
معاویہ بن حرب کو میری یہ بات پہنچا دو کہ وہ ہم پر ظلم کرنے والوں کا  
امیر ہے۔

پہلی بات یہ کہ کیا یہ شعر ثابت بھی ہے یا کہ موضوع ہے اور زنجشیری نے تو اپنی تفسیر میں ایسی احادیث نقل کی ہیں جن کے بطلان پر کسی کو شک بھی نہیں اور اعتراض اور رفض تو ایک ہی دوا کی سے ہیں۔

ان میں سے ایک امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالرحمن بن عبد ربیع کعب سے روایت کیا ہے۔ وہ کلام طویل ہے۔ اس کی تلخیص یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن غاص رضی اللہ عنہما نے کعبہ کے سائے میں بیٹھ کر یہ حدیث مرفوعاً بیان کی کہ جو امام پر حملہ کرے تو اسے قتل کر دو۔ عبدالرحمن نے ان سے کہا کہ یہ تیرے چچا زاد معاویہ ہیں جو ہمیں ایک دوسرے کا ناحق مال کھانے کا اور قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ عبداللہ کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں اس کی اطاعت کرو اور معاصی میں اس سے بچو۔ دراصل مسائل کا مقصود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس اجتہادی خطا کا اظہار تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے اور ان پر مال خرچ کرنے کی شکل میں ان کی طرف سے ہوتی تھی۔

کئی ایک لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ محدث جلیل ابو عبد الرحمن  
 گیارہواں طعن | احمد نسائی نے اہل شام سے سوال کیا کہ ہمیں فضیلت

معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی حدیث سنائیں۔ انہوں نے کہا۔  
 لا اذنبہ الا بطنی اللہ۔ ان کا پیٹ نہ بھرے کے علاوہ  
 مجھے کوئی حدیث معلوم نہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے ”کیا معاویہ  
 اس پر راضی نہیں کہ متساوی چھوٹ جائیں، وہ فضیلت ڈھونگ ہیں پس  
 اہل شام نے ان کو مارا کہ وہ بیمار ہو گئے اور فوت ہو گئے۔“

اہل شام کے سوال کا مقصود تھا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ  
 جواب | وجہ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کریں

پس وہ سوائے ادب کے باعث ناراض ہو گئے۔ یہاں تک تو احسن تھا  
 مگر جب وہ صحابی پر طعن میں حد سے بڑھ گئے تو انہوں نے مارا بہر حال  
 بشر سے خطا ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ نسائی کی اس سے مراد حضرت معاویہ  
 رضی اللہ عنہ کی مدح ہو جیسا کہ گزر چکا ہے پھر اس قبیل کے کلمات تو حضرت  
 معاویہ کے لئے موجب پاکیزگی اور اجر و رحمت ہیں مگر اہل شام اس کے  
 مفہوم نہ سمجھے یا پھر انہوں نے سوچا کہ اس محدث نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ترجیح کیوں دی۔ پس اپنی جہالت کے باعث انہوں  
 نے اس محدث کو مارا۔

اکثر صحیح اور حسن روایت میں ایسے لوگوں کے لئے  
 بارہواں طعن | وعید شدید مذکور ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے بغض رکھیں یا ان سے جنگ لڑیں۔

حضرت علی سے تو ایسے حضرات نے بھی جنگ کی ہے جن کا  
**جواب** جنتی ہونا قطعی ہے مثلاً حضرت بنی بنی عائشہ رضی اللہ عنہ،  
 حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔ پس احادیث و عید کو یہ غیر صحابہ  
 پر محمول کرنا واجب ہے حروریہ کی مثل۔ یا ان احادیث کو متعصب اور  
 غیر مجتہد کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔

تیس سال کی حدیث جو کہ حضور علیہ السلام کے غلام حضرت  
**تیس سو اٹھ طعن** سفینہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ خلافت  
 صرف تیس سال ہوگی، پھر ملوکیت ہوگی، پھر وہ فرماتے تھے، خلافت  
 ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دو سال، خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے دس سال، خلافت  
 عثمان رضی اللہ عنہ کے ۱۲ سال اور خلافت علی رضی اللہ عنہ کے چھ سال پورے  
 تیس سال ہوتے ہیں۔ یہ روایت مسند احمد، ترمذی، ابو داؤد، نسائی کی ہے  
 مسند احمد، ترمذی، ابوالعلیٰ اور ابن حبان کی روایت ہے حضور علیہ السلام  
 نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت میں خلافت تیس سال ہوگی بعد ازاں  
 ملوکیت ہوگی اور بخاری نے تاریخ میں اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ  
 عنہ سے روایت کیا ہے کہ خلافت مدینہ میں ہوگی اور ملوکیت شام میں ہوگی  
 بعد ازاں تیس سال مطلق خلافت کی نفی نہیں ہے کیونکہ بارہ خلفاء

**جواب** تو حدیث صحیح سے ثابت ہیں۔ مذکورہ تیس سالہ خلافت سے  
 مراد خلافت کاملہ ہے جس میں نہ تو مخالفت سنت کا شائبہ ہو اور وہ بغیر  
 کسی خلاف و انقطاع کے جاری رہے۔ ہمیں تسلیم ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ  
 عنہ بیشک عالم و متقی اور عادل تھے مگر علم و ورع میں اور عدل میں خلفائے  
 اربعہ کے ہم پلہ نہ تھے جیسا کہ اولیا کرام میں بلکہ انبیاء و ملائکہ میں بھی مراتب  
 کا تفاوت ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت باجماع صحابہ اور  
 حضرت امام حسن کی تسلیم و رضا کے باعث اگرچہ صحیح تھی مگر وہ سابقہ حضرات

کی منہاج پر نہ تھی۔ اس لئے کہ انہوں نے صبا حات کو وسعت دی جبکہ خلفاء  
اربعہ نے اس سے احتراز کیا۔ پھر ابراہیم کی حساسات بھی تو مقرر بن کی سیئات میں  
گنی جاتی ہیں اور شاید ان کی توسیع ابنائے زمانہ کے قصور ہمت کی وجہ  
سے تھی۔ اگرچہ خود ان میں یہ چیزیں نہیں تھیں جیسا کہ تو پہلے جان چکے  
البتہ خلفاء اربعہ کا عبادات و معاملات میں رجحان بالکل واضح و ظاہر ہے  
جس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

## فصل۔ حضرت عمرو بن عاص کے ذکر میں

ابو عبد اللہ اور ابو محمد آپ کی کنیت ہے۔ آپ حضرت امیر معاویہ  
رضی اللہ عنہ کے وزیر تھے۔ ترمذی نے حضرت عقبہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ  
عنہم سے ایک غریب اور عزمی سند سے مرفوعاً حدیث بیان کی ہے۔ حضور  
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے مگر عمرو بن عاص  
ایمان لائے ہیں یعنی قریش تو فتح مکہ کی ہیبت سے اسلام لائے تھے اور عمرو بن  
عاص فتح سے سال دو سال پہلے برضا و رغبت ایمان لائے تھے۔ ابن الملک  
کہتے ہیں کہ ان کے دل میں اس وقت حبشہ میں اسلام بیٹھ گیا تھا۔ جب شاہ  
نجاشی نے سرکارِ دو عالم کی نبوت کا اعتراف کیا تھا اور بغیر کسی دعوت کے  
بجالت ایمان یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ مدینہ پہنچے  
اور ایمان لائے، امام ذہبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص حضرت خالد بن  
ولید اور حضرت عثمان بن طلحہ رضوان اللہ علیہم ماہ صفر ۳ھ میں ہجرت فرما  
کر مدینہ میں آئے تھے۔ آپ سے آپ کے بیٹے عبد اللہ، علامہ ابو قیس، قیس بن ابی  
حازم، ابو عثمان ہندی، قبیضہ بن زویب، ابو حرہ علامہ عقیل، عبد الرحمن بن شماسہ  
عروہ بن زبیر و دیگر حضرات رضوان اللہ عنہم نے روایت کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ



والسلام نے عمرو بن عاص کو غزوہ ذات السلاسل میں امیر مقرر کیا تھا۔  
 ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک  
 مرتبہ آپ کو جھنڈا بھی عطا کیا تھا حالانکہ اس وقت ابوبکر صدیق، عمر فاروق  
 اور حضرت علی رضی اللہ عنہم دوسرے حضرات بھی موجود تھے یہ آپ کی وحشت  
 کو دور کرنے کی غرض سے تھا اس لئے کہ یہ قبول اسلام سے قبل مسلمانوں سے  
 شدید عداوت رکھتے تھے۔

تاریخ ذہبی میں ہے حضرت حماد بن سلمہ نے اپنی مسند سے حضرت  
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 کہ عاص کے دونوں بیٹے مومن ہیں یعنی عمرو اور ہشام، عبدالجبار بن الدرداء بن  
 ابی بلیکہ سے اور وہ حضرت طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ عبداللہ کی ماں اور عبداللہ کے  
 باپ بہترین اہلبیت ہیں۔

امام مسلم اپنی صحیح میں ابی شماس مہری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم بوقت  
 نزع حضرت عمرو بن العاص کے ہاں حاضر ہوئے تو وہ بہت رستے اور چہرہ  
 دیوار کی طرف گھما لیا۔ ان کے بیٹے ان سے کہتے تھے کہ ابا جان حضور علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام نے تو آپ کو فلاں فلاں بشارت دی تھی۔ پس آپ نے فرمایا کہ ہم اللہ  
 کی وحدانیت اور اس کے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی کو  
 سب سے افضل سمجھتے ہیں۔ پھر میں نے تین دور دیکھے ہیں۔ ایک وہ کہ میں  
 نے اپنے آپ کو رسول اللہ کا سب سے زیادہ دشمن دیکھا ہے اور اس کے  
 علاوہ مجھے کوئی چیز محبوب نہ تھی کہ کسی طرح میں حضور علیہ السلام پر قابو پا کر  
 ”نعود باللہ“ انہیں قتل کروں۔ اگر میں اسی حالت میں فوت ہو جاتا تو میں جہنمی  
 ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو میرے دل میں ڈالا تو میں حضور علیہ السلام

کی خدمت اقدس میں آگیا اور عرض کیا کہ آپ سیدھا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا حضور علیہ السلام نے فرمایا عمرو کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ ایک شرط کا ارادہ ہے۔ فرمایا کیسی شرط؟ میں نے عرض کی کہ میری بخشش ہو جائے۔ فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت سابقہ تمام خطاؤں کو مٹا دیتی ہے اور بیشک حج بھی ماقبل کی تمام معصیت کو دھو دیتا ہے۔

”الغرض میں نے بیعت کر لی“ پھر کون تھا جو حضور علیہ السلام سے مجھ سے بڑھ کر محبت کرتا اور میری نظر میں آپ سے بڑھ کر کوئی بزرگ و بڑا نہیں تھا اور آپ کے جلال و رعب کے باعث میں آپ کو نظر بھر کر دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اب اگر کوئی مجھ سے آپ کی وصف ”حلیہ“ دریافت کرے تو نہیں بتا سکوں گا۔ اس لئے میری آنکھوں نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا ہی کب تھا۔ اگر میں اس حالت میں فوت ہو جاتا تو مجھے قوی امید ہے کہ میں سیدھا جنت میں جاتا۔ پھر میں نے ایسی چیزوں میں ہاتھ ڈالا کہ تو نہیں جانتا کہ اس میں میرا کیا حال تھا۔ پس جب میں اس حالت میں مروں تو نہ تو کوئی رونے والی میرے قریب آئے اور نہ آگ۔ پھر جب تم مجھے دفن کرو تو میرے اوپر مٹی ڈالتا اور اتنی دیر میری قبر کے ارد گرد رہنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس کروں اور دیکھوں کہ میرے رب کے قاصد ”منکر نکیر“ مجھ سے کیا کیا پوچھتے ہیں۔

## فصل حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ذکر میں

ابن عساکر نے بطریق ابن وریب سے انہوں نے حرمہ بن عمران سے انہوں نے سالم اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ ابوسفیان پر لعنت کر۔ اے اللہ حارث بن ہشام پر لعنت کر۔ اے اللہ صفوان بن امیہ پر لعنت کر۔ تو اس پر آیت نازل ہوئی کہ آپ کے لئے کوئی امر نہیں ہے۔ اللہ چاہے تو ان کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو ان کو عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کی توبہ کو قبول فرمایا۔ پس وہ اسلام لائے اور وہ اسلام میں اچھے رہے۔ ترمذی نے اس کو روایت کر کے حسن کہا ہے اور جامع الاصول میں ہے کہ حضرت ابوسفیان کی طائف کی لڑائی میں ایک آنکھ ضائع ہو گئی اور وہ جنگ یرموک تک ایک آنکھ سے رہے مگر جنگ یرموک میں دوسری آنکھ بھی شہید ہو گئی تو وہ نابینا ہو گئے اور ۳۶ھ اور بعض نے کہا کہ ۳۷ھ میں مدینہ شریف میں ان کا انتقال ہوا اور نماز جنازہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ زنجبیری نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عسی اللہ ان یجعل بینک و بین الذین عادیتو منهم مودۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا سے شادی فرمائی تو ان کی سختی نرم ہو گئی اور خودی ختم ہو گئی۔

امام مسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان نہ تو ابوسفیان کی طرف دیکھتے تھے اور نہ ان کے پاس بیٹھتے تھے۔ پس انہوں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے تین چیزیں مرحمت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اچھا کون سی؟ عرض کیا کہ میری بیٹی ام حبیبہ عرب کی حسین اور جمیل ترین بیٹی ہے۔ میں آپ سے اس کا نکاح کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے۔ پھر کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو آپ اپنا کاتب بنالیں۔ آپ نے فرمایا، ٹھیک ہے۔ پھر کہا کہ مجھے حکم دیں کہ میں کفار کو قتل کروں جیسا کہ میں مسلمانوں کو قتل کیا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا، ٹھیک ہے۔

شرح مسلم میں اس حدیث کو مشکل کہا گیا ہے اس لئے کہ ابوسفیان ۳۸ھ میں اسلام لائے تھے اور حضور علیہ السلام کا نکاح اس سے قبل ۶ھ میں حضرت ام حبیبہ سے ہو چکا تھا اور یہ جمہور کے نزدیک درست ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث بعض راویوں کا وہم ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ موضوع ہے مگر یہ سب اقوال مردود ہیں اس لئے کہ راوی سب کے سب ثقہ ہیں اور ابن زبیل کا گمان ہے کہ اگر وہ حضور علیہ السلام سے یہ سب کچھ طلب نہ کرتے تو آپ اس کو کچھ بھی عطا نہ کرتے اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سائل کو اثبات میں ہی جواب دیتے تھے۔

## فصل: حضرت ابوسفیان کی بیوی اور حضرت معاویہ کی والدہ کا کچھ ذکر

مؤلف مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ وہ فتح مکہ کے دن اپنے شوہر کے اسلام لانے کے بعد مسلمان ہوئی تھیں اور حضور علیہ السلام نے ان دونوں کو اسی سابقہ نکاح پر برقرار رکھا۔ وہ بڑی فصیح و بلیغ خاتون تھیں اور عقلمند بھی۔ جب عورتوں نے سرکارِ دو عالم کی بیعت کی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بناؤ گی۔ کہنے لگی کہ میں تو جاہلیت میں بھی شرک پر راضی نہیں تھی اور پھر اسلام میں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو چوری نہیں کریگی تو کہنے لگیں کہ ابوسفیان ذرا ہاتھ کھینچ کر رکھنے والے آدمی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں اپنی اور اپنے بیٹے کی حسب کفالت تو اس کے مال سے لے سکتی ہے آپ نے پھر فرمایا کہ زنا کے قریب نہ بھٹکنا۔ تو کہنے لگیں۔ کیا کوئی آزاد شریف عورت زنا کر سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ قتل نہ کرنا اپنی اولاد کو۔ تو کہنے لگیں۔ کیا آپ نے ہمارا کوئی ایسا بچہ چھوڑا ہے جس کو بدر میں قتل نہ کیا ہو۔۔۔ بچنے میں ان کو ہم نے پالا اور جب بڑے ہوئے تو آپ لوگوں نے ان کو قتل کر دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی یہ بات سن کر مسکرا پڑے۔ اُمّ معاویہ



رضی اللہ عنہا خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوت ہوئی اور اسی دن حضرت ابو قحافہ "والد گرامی حضرت ابو بکر صدیق" فوت ہوئے۔ ان سے حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے۔

بخاری نے اپنی کتاب میں حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں۔ ہند بنت عتبہ آئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر کوئی گھرا ایسا نہیں تھا جس کا خراب و خوار ہونا مجھے آپ کے گھر والوں سے زیادہ محبوب ہو "یعنی اسلام قبول کرنے سے پہلے" مگر اس وقت میری صبح ایسے ہوتی ہے کہ روٹے زمین پر کوئی گھر مجھے آپ کے گھر سے زیادہ محبوب و عزیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہی حالت میرے ہاں ہے۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ، ابوسفیان جزیرہ آدی ہیں کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ کہ میں اس کے مال میں سے اپنے عیال کے طعام کے لئے کچھ لے لوں۔ آپ نے فرمایا ہاں معروف و خمرچ لے سکتی ہو۔ یہ حدیث بہت سے واسطوں و طریقوں سے مروی ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول "کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہی کیفیت اپنی بھی ہے" ہندہ کی تصدیق ہے اور بعد ازاں شدید محبت کی خبر بھی ہے جس نے اس کے برعکس سمجھائیں تحقیق وہ وہم میں مبتلا ہوا۔

## فصل۔ مروان بن حکم اموی کے ذکر میں

مروان کے باپ نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا تھا اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راز کو ظاہر کر دیا کرتے تھے تو اس لئے حضور علیہ السلام نے ان کو طائف روانہ کر دیا تھا اور مروان بھی ان کے ہمراہ تھے۔

قسطانی اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ مروان سرکارِ دو عالم کی حیات میں پیدا ہوئے اور آپ سے سماعت بھی کی ہے۔ وہ بچپن میں ہی اپنے باپ حاکم کے ہمراہ طائف چلے گئے تھے اور وہیں رہے۔ اس وقت تک جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی اور ان کو مدینے بلوایا۔ ”اتہی ملخصاً“

میں کہتا ہوں کہ یہ بات میرے نزدیک غلط ملط ہے اور کتابِ توارخ میں ان کے محاسن سے زیادہ مطاعن مذکور ہیں۔ ”خدا ہی جانتا ہے“ ان پر کئے گئے اعتراضات میں سے ایک وہ فتنہ ہے جو حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے خلاف بپا ہوا۔ دوسرا یہ کہ انہوں نے حضرت امام حسن کو روضہ رسول میں دفن کرنے سے منع کیا تھا۔ تیسرا یہ کہ جب ان کو تمغیک کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ذرع ابن وزع ملعون ابن ملعون ہے۔ حاکم نے اس کو اپنی صحیح مستدرک میں روایت کیا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ جنگِ جمل میں انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اور اس کے محاسن میں حدیث کا روایت کرنا شامل ہے۔

صاحبِ مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ انہوں نے بے شمار صحابہ سے روایت کی ہے جن میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما شامل ہیں اور ان سے عروہ ابن ربیع اور علی بن حسین نے روایت کی ہے۔

ابن حجر عسقلانی فتح الباری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار کا شرف حاصل ہے۔ اگر یہ ثابت ہے تو پھر جن حضرات نے ان پر کلام کیا ہے وہ معتمد علیہ اپنے قول میں نہیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ اجل روایت ہیں۔ پس حضرت عروہ ابن ربیع رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ حدیث میں ہتھم نہیں تھے اور صحابی رسول سہل بن سعد بن الساعدی نے ان کے صدق پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے روایت کی ہے اور وہ جوان پر



تنقید کی گئی ہے وہ یہ کہ انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا پھر طلب خلافت بالسیف میں ان کی شہرت ہے۔ حتیٰ کہ ہوا جو کچھ ہوا مگر طلحہ رضی اللہ عنہ کا قتل بالتاویل تھا۔ ”انتہی“

بخاری نے محمد بن بشیر سے انہوں نے شعبہ سے، انہوں نے حکم سے، انہوں نے علی بن حسین سے، انہوں نے مروان سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت عثمان حضرت علی کے ہاں موجود تھا۔ حضرت عثمان نے تمتع سے روکا اور فرمایا کہ حج او عمرہ کو ایک احرام میں جمع کیا جائے۔ پس میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ انہوں نے حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھ کر تبلیہ کہا اور فرمایا کہ میں کسی کے کہنے پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک نہیں کر سکتا، بالجملہ مروان کے مطاعن میں سکوت اولیٰ ہے۔

بخاری کے بعض شراح نے کہا ہے کہ حاکم کی روایت حدیث ان کے لئے قرین پاکیزگی و رحمت کا موجب ہے۔ واللہ اعلم۔

مؤلف ”شیخ عبدالعزیز بن ہاروی“ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ اہل انصاف کے لئے کافی ہے اور مبتدعین کی سرکشی کے لئے میں اللہ سے ہی ان کی شکایت کر سکتا ہوں۔ یہ نماز جمعہ کا وقت ہے۔ رمضان شریف کی تین تاریخ اور ۱۲۳۲ھ ہے اور میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کا سوال کرتا ہوں اور وہ میرے لئے صاحب جود و انعام ہے۔

مترجم اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل پر ممنون ہے کہ آج ۸ دسمبر ۱۹۸۳ء مطابق ۱۲ ربيع الثانی ۱۴۰۴ھ بروز جمعرات بوقت دس بجے صبح اس تالیف جلیل کا ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔

وصلی اللہ علی محبوب رب العالمین و مطلوب المشتاقین و علی آلہ الطیبین و اصحابہ الطاہرین و سائر المسلمین ارحمین۔



- بارگاہ الوہیت کے تقدس اور احستِ اہم نبوت کا کماحقہ پاسدار
- مُسلکِ اہلسنت و جماعت اور سلف صالحین کا صحیح ترجمان
- شُرآنِ پاک کا صحیح اور سب سے زیادہ مقبول ترجمہ
- کوثر و تسنیم سے دُعا کی ہوئی زبان

# کنز الایمان <sup>شریف</sup>

— ترجمہ قرآن (اردو) —

اعلیٰ حضرت امّا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز

- قاری محمد طفر احمد ابن مفتی محمد ظفر احمد کی خوش الحان تلاوت شُرآنِ پاک
- محترم سید محمد علی حمزہ گوہر کے منفرد انداز میں ترجمہ شُرآن
- جدید ترین اسٹوڈیو میں ماہرین کی زیر نگرانی اسٹیریو ریکارڈنگ
- تین کینٹون پر مشتمل مکمل سیٹ۔ ہر پارہ علیحدہ کیسٹ میں

منجانب: ضیاء ٹیپ لائبریری  
 مسین مسجد متین الدین کارڈن  
 پوسٹ بکس نمبر ۱۳۱۳۵ - کراچی ۵  
 فون: ۲۳۹۵۶۸

تعاون: آن اسٹوڈیو - (آن ڈیکوریشن) - میٹھا در - کراچی